سرِ ورق

عِلم التثلیث

''تیری باتوں کی تشریح نُور بخشتی ہے

اور

سادہ دِلوں کو عقلمند بناتی ہے''

(زبُور119:130)

مُصنّف: پادرِی نوید ملک

صفحہ اوّل

مُصنّف: پادرِی نوید ملک

بارِ اوّل

تعداد: ایک ہزار

نیو لائِف اِنسٹیٹیوٹ: پوسٹ بکس نمبر 17686 کراچی 75300

فہرستِ مضامین

1- عِلم التثلیث

2- اِنکشافِ حقیقت

3- تصورِ خُدا بنی اِسرائیل کی نظر میں

4- تصورِ خُدا اہلِ اِسلام کی نظر میں

5- تصورِ خُدا اہلِ کلیسیا کی نظر میں

6- تصورِ کلمہ اہلِ کلیسیا کی نظر میں

7- ایک مکاشفہ "اِلٰہی و اِنسانی ذات"

8- تصورِ رُوح القُدس، اہلِ کلیسیاء کی نظر میں

10- حرفِ آخر

11- مضمون ہٰذا سے متعلق سوالات و جوابات

نیا صفحہ

عِلم التثلیث

مُصنّف و تصنیف

جَب سے خُداوَند نے یُوحنّا ۱۵:۱۶ کے مُطابق مُجھے اَپنی خِدمت کیلئے بُلایا اور مُقرر کیا اُس وقت سے یہ مضمون میرے لئے واقعی ایک معمہ اور یہاں تک کہ سولہ سترہ برس خِدمت میں گُزارنے کے باوجود ایک چیلنج ہی رہا۔ مُجھے ایسی مُتعدد کُتب پڑھنے کا بھی اِتفاق ہوا جو عُلماءِ مسیحیت نے اَپنے تجربہ اور خُداوَند کیساتھ وفاداری میں چلنے کی بِنا پر تحریر کیں۔ لیکن میں اِقرار کرتا ہوں کہ اَپنے محدود علم کی بِنا پر اِس مضمون کو نہیں سمجھ پایا تھا۔ اگر کوئی مُجھ سے اِس موضوع کے تعلق سے سوال پُوچھتا تو میں یہی کہتا تھا کہ جی میں خود ابھی اِس مضمون پر سیکھ رہا ہوں۔

مُجھے کئی خُدامِ دِین سے بھی اِس موضوع پر بات کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ کئی مُباحثوں سے مُتعلق بھی سُنا اور مُنکرینِ مضمون ہٰذا کی طرف سے اِس مضمون پر کئی اِعتراضات بھی سُنے۔ چونکہ میں کلامِ مُقدس کا طالبِ علم ہوں اِس لیئے ابھی تک اِس مضمون کو تحقیقی اور تنقیدی دُونوں

پہلوؤں کے اِعتبار سے دیکھتا رہا تا کہ میں خُود سمجھ کر دُوسروں کو سمجھانے کا وسیلہ بن سکوں۔ کسی محقّق نے کہا کہ اگر ہم خود کسی مضمون کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے تو وہ مضمون ہم دُوسروں کو سمجھا بھی نہیں سکتے۔ اِس لیئے محنت کر رہا ہوں کہ خُود بہتر سے بہتر طور پر سمجھ کر دُوسروں کو بھی سمجھانے کا وسیلہ بن سکوں۔

کسی بھی مضمون پر سیکھنے کیلئے تعصب کی عینک کو اُتار کر عالم کی نہیں بلکہ شاگرد کی رُوح کا محسوس کرنا ضرُوری ہے۔ جب تک مٹکے مکمل طور پر خالی نہ ہو جائیں اُس وَقت تک مُعجزہ نہیں ہوتا۔ اِسی طرح ایک طرف ہم اَپنے آپ کو عالم سمجھتے ہوں اور سیکھنے کی رُوح ہی نہ ہو اور دُوسری طرف ہم کسی نئے مُکاشفے کے کُھلنے کے مُشتاق ہوں، ایسا ہونا ناممکن ہے۔ "صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیانہ"۔ بغیر مرے دانہ پھل نہیں لاتا (یوحنا ۱۲:۲۴)۔ خُدا نے یہ باتیں اُن لوگوں سے جو اَپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں چھپا رکھی ہیں کیونکہ اُنہیں اِن کی سمجھ ہی نہیں ہے مگر بچوں پر ظاہر کی ہیں جو سیکھنے کی رُوح کے حامل ہیں (۱-کرنتھیوں ۱:۲۶-۳۱)۔

یہ بات سچ اور حق ہے کہ خُدا کی باتیں خُدا کے رُوح کی مدد سے ہی سمجھی جا سکتی ہیں۔ علم اچھا ہے اور فائدہ مند بھی ہے اور وہ بہت سی باتیں سمجھنے میں ہماری مُعاونت بھی کرتا ہے مگر ایسا علم جو پاک رُوح سے خالی ہو وہ کُچھ بھی نہیں ہے۔ نفسانی اور جسمانی آدمی خُدا کے رُوح کی تہہ کی باتیں نہیں سمجھ سکتا۔ اِس مضمون کے سمجھنے کیلئے پاک رُوح کے وسیلہ سے نئی پیدائش کا تجربہ ہونا ضروری ہے۔ جب پاک رُوح ہمارے دِلوں میں ہو گا تو وہ اِن گہری اور عمیق باتوں کے سمجھنے میں ہماری مدد بھی کریگا۔ ہم جس کے بارے میں جاننا اور سمجھنا چاہتے ہیں پہلے ہمیں اُس کا ہو لینا ضرُوری ہے۔ جسمانی، نفسانی اور دُنیاوی شخص کیلئے اِس مضمون کا سمجھنا ناممکن ہے۔ اِس کی کئی وجُوہ ہیں جن میں سے ایک کا میں پہلے ہی ذکر کر چُکا ہوں۔ میں نے اَپنے شخصی تجربہ سے آپ کی خِدمت میں عرض کیا ہے کہ کئی سال خِدمت کرنے اور نئی پیدائش کا تجربہ حاصل کرنے کے باوجُود میں اِس مضمون کو پورے طور پر نہیں سمجھ پایا۔ کیونکہ اِس کیلئے وَقت لگتا ہے اور خُداوَند کیساتھ وَفادار ہونا ضرُوری ہے۔ اگر ہم کسی کے گھر کے بارے میں کُچھ جاننا چاہتے ہیں تو پھر ایسے شخص کیساتھ میل جول رکھنا یعنی مِکس اَپ Mix Up ہونا اِنتہائی ضرُوری ہے۔ اِسی طرح "خُدا کے بارے میں" نہیں بلکہ "خُدا کو جاننے" کیلئے خُدا کا ہو لینا ضرُوری ہے۔

دُوسری اہم ترین بات جو ہمیں یاد رکھنا ہے وہ یہ کہ خُدا کی ذات لامحدُود ہے اور اِنسان کے پاس خواہ کتنا ہی علم کیوں نہ ہو وہ محدُود ہے۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہم اَپنے محدُود علم اور محدُود عقل سے ذاتِ لامحدُود کے بارے میں سب کُچھ نہیں جان سکتے۔ اگر ہم اَپنے محدُود علم اور محدُود عقل سے ذاتِ لامحدُود کے بارے میں سَب کُچھ جان جائیں جیسا کہ وہ ہے تو "وہ خُدا خُدا نہیں رہتا"۔ دُوسرے معنیٰ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر ہم اَپنے محدُود علم اور محدُود عقل سے خُدا کے بارے میں سب کُچھ جان جائیں تو اِس کا مطلب یہ ہوا کہ "میں خُدا سے زیادہ ہوشیار و سمارٹ ہوں کیونکہ میں نے اُس کے بارے میں سَب کُچھ جان لیا ہے" جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

عزیز قاری! میں یہ باتیں کہہ کر آپ کا وقت ضائع نہیں کر رہا بلکہ اِس اہم مضمون پر سیکھنے اور اِسے سمجھنے کیلئے آپ کے دِل اور ذہن کو تیار کر رہا ہوں۔ اچھی فصل کیلئے اچھا بیج بونا پڑتا ہے۔ لیکن بیج بونے کیلئے پہلے زمین کی اچھی طرح سے تیاری ضروری ہے۔ اِسی طرح اگر ہمارے دِل کی زمین اِس مضمون پر سیکھنے کیلئے تیار ہوگی تو پھر خُدا کا رُوح بھی اِس مضمون کے سمجھنے میں ہماری مدد فرمائیگا۔ رُوح القُدس کے ہل کا چلنا تعصب کے ڈھیلوں کا توڑا جانا اور غلط فہمیوں کے پتھروں کا نکالا جانا ضروری ہے۔ حرفِ آخر کے طور پر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اِس مضمون کا مطالعہ کرتے وقت آپ یہ ذہن میں رکھیں کہ میں محض طالبِ علم ہوں اور ذاتِ اِلٰہی کے بارے میں سیکھ رہا ہوں۔

میرا ایسا کوئی دعویٰ نہیں کہ میری اِس تصنیف کے مُقابلے میں کوئی اور تصنیف نہیں۔ میں یہ بھی دعویٰ نہیں کر رہا کہ اِس کتاب کے ذرِیعے آپ تثلیث کے بارے میں سب کُچھ سمجھ جائینگے۔ مگر اِتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کی بہت سی غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی۔ میں آپ کیلئے دُعا کرتا ہوں کہ ابھی جب آپ یہ کتاب اپنے ہاتھ میں لیئے ہیں اور پڑھ رہے ہیں تو سب سے بڑا اُستاد یعنی خُدا کا رُوح اِس کتاب کے ذرِیعے اِس اہم مضمون پر بیان کردہ سچائیوں کے سمجھنے اور اِن حقائق کے قبول کرنے میں آپ کی مدد فرمائے۔ (آمین)۔

مصنّفِ کتاب ہٰذا

اِنکشافِ حقیقت

قبل اِس کے کہ مضمون ہٰذا پر روشنی ڈالی جائے اِس حقیقت کا اِعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ لفظ ''تثلیث'' بائبل مُقدس میں نہیں ہے۔ لیکن اِس میں کوئی شک نہیں کہ بائبل مُقدس میں تثلیث کی واضح تعلیم ضرور ملتی ہے۔ ہم واحد خُدا میں کثرت کو ویسے ہی مانتے ہیں جیسے اہلِ یہود اور اہلِ اِسلام مانتے ہیں۔ اِس کا مُفصّل بیان بعد میں کروں گا۔ یاد رہے کہ اہلِ کلیسیاء بھی ایک ہی خُدائے واحد کو مانتے ہیں۔ ہم تین خُداوں کو نہیں مانتے۔ یہ اُن بہت سارے ایسے الزامات میں سے ایک ہے جو ہم پر دُوسروں نے زبردستی تھوپا ہے۔ ہم اہلِ یہود اور اہلِ اِسلام کی طرح ایک ہی خُدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم شرک نہیں کرتے کیونکہ خُدا اپنا جلال کسی دُوسرے کو نہیں دیتا۔

کتابِ مُقدس یعنی توراتِ شریف، زبُور شریف، صحائف الانبیاءِ کرام اور اِنجیل شریف میں ایسی کوئی تعلیم نہیں ملتی جس سے یہ شہادت ملے کہ ہم تین خُداوں یا اِلٰہوں کو مانیں ورنہ ہم اِیمان پر نہیں۔ اگر کلامِ خُدا اِس بات کی تعلیم یا اِجازت نہیں دیتا تو صاف ظاہر ہے کہ یہ اِنسان کی اپنی گھڑی ہوئی تعلیم ہوگی جبکہ کلامِ مُقدس میں ہمیں بار بار منع کیا گیا ہے کہ نبوّت کی کتاب سے نہ کُچھ گھٹانا اور نہ ہی اِس میں کُچھ بڑھانا اور حد تو یہ ہے کہ ایسا کرنے والے کیلئے سزا کا بھی بیان ہے۔ میرے ناقص علم کے مطابق کلیسیائی تارِیخ میں آج تک کبھی بھی ایسا

نہیں ہوا کہ کسی عالم دِین نے تین خُداؤں کی تعلیم دی ہو۔

مسیحی تعلیمات کو غیر مسیحی لوگوں کی طرف سے ہمیشہ توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا رہا اور آج بھی ٹیلی ویژن، جرائد، کُتب و اخبارات میں یہ عمل جاری ہے۔ جن باتوں پر ہمارا ایمان ہی نہیں اُن باتوں کے بارے میں ہمیں اِلزام دیا جاتا ہے کہ ہم مانتے ہیں جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہمارے مشرقی معاشرے میں یہ بیماری ہے کہ ہم سُنی سُنائی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ نام نہاد رَہنما بھی ایسا ہی کرتے ہیں لیکن خُود تحقیق کرنا گوارہ نہیں کرتے۔ زمانہِ حال میں جہاں اِنسان ہر اعتبار سے ترقی کرتا چلا جا رہا ہے وہاں یہ بات بھی ضرُوری ہے کہ ہم ہر سُنی سُنائی بات کا یقین نہ کریں بلکہ تحقیق کریں۔ علم کا خزانہ ہمیشہ ایسے ہی لوگوں کے پاس ہوتا ہے جو محقق ہیں۔ اِس لئے ضرُوری ہے کہ ہم بلا تعصب کُتبِ سماویہ کا مطالعہ کریں۔

میں اہلِ کلیسیا سے اکثر یہ دَرخواست کیا کرتا ہوں کہ مسیحی ایمان سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے بائبل مُقدس کا مُطالعہ کرنے کیساتھ ساتھ قُرآنِ حکیم کا بھی مُطالعہ کریں۔ میں اُنہیں صرف ''پڑھنے کیلئے'' نہیں بلکہ ''مُطالعہ کرنے'' کیلئے کہتا ہوں۔ مُطالعہ سے ہمارے دِل اور ذہن ایک دُوسرے کیلئے کُھلتے اور نفرت و کدُورت کا زہر ختم ہوتا، زیورِ علم میں اِضافہ ہوتا اور سچائی واضح طور پر ہمارے سامنے آ جاتی ہے اور پھر ہم زبانی جمع خرچ نہیں کرتے بلکہ خود سچائی سے واقفیت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ آئیں اَب ہم اِس مضمون کو ذرا مُفصّل اَنداز سے دیکھیں۔

تصوّرِ خُدا

بنی اِسرائیل کی نظر میں

ہوسکتا ہے کہ آپ سوچیں کہ میں بنی اِسرائیل کے بارے میں کیوں بات کر رہا ہوں۔ دَراصل بنی اِسرائیل خُدا کی وُہ چُنیدہ قوم ہے جن کے پاس خُدا کی طرف سے سَب سے پہلے کتاب یعنی توراتِ شریف آئی جس میں مُوسوی شریعت کا بیان ہے۔ یہ سب سے پہلی آسمانی اور اِلہامی کتاب ہے۔ اِس کتاب کے بارے میں تھوڑا بہت مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ آیا تثلیث کی تعلیم اہلِ کلیسیا کی ایجاد ہے یا جب سے خُدا ہے اُس وقت سے ہے۔ نیز ہمیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ بنی اِسرائیل کا خُدا کے بارے میں کیا تصوّر تھا۔ چونکہ تورات کی کتاب عبرانی زبان میں مُلہم ہوئی اِس لیئے عِبرانی زبان میں خُدا کیلئے جو لفظ مستعمل ہے وہ ''اِلوہیم'' ہے جو گرائمر کے لحاظ سے صیغہ جمع ہے۔ علاوہ ازیں خُدا کا عِبرانی زبان میں ذاتی یا شخصی نام ''یہوواہ'' ہے۔ یہ صیغہ واحِد میں مُستعمل ہے۔

اِس سے قبل کہ لفظ ''اِلوہیم'' پر بات کی جائے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ خُدا نے بنی اِسرائیل کو حضرتِ موسیٰ کی معرفت آگاہ کیا تھا کہ ''سُن

اے اِسرائیل خُداوند ہمارا خُدا ایک ہی خُداوند ہے'' (استثنا ۶:۴)۔اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کو باوَر کرایا گیا تھا کہ تمہارے کئی ''خُدا یا اِلہٰ'' نہیں بلکہ واحد خُدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں (خروج ۲۰:۱-۴)۔یاد رکھیں کہ ہمارا خُدا غیور خُدا ہے اور وہ اپنا جلال کسی دوسرے کو نہیں دیتا (خروج ۲۰:۵)۔حضرتِ داؤدؔ بھی اِس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں ''سو تُو اے خُداوند خُدا بزرگ ہے کیونکہ جیسا ہم نے اپنے کانوں سے سُنا ہے اُس کے مطابق کوئی تیری مانند نہیں اور تیرے سوا کوئی خُدا نہیں'' (۲-سیموئیل ۷:۲۲)۔

اِنجیل شریف میں بھی یہی تعلیم پائی جاتی ہے ''اب اَزلی بادشاہ یعنی غیر فانی نادِیدہ واحِد خُدا کی عزّت اور تمجید اَبدلآباد ہوتی رہے۔آمین'' (۱-تیمتھیس ۱:۱۷)۔

بنی اِسرائیل قوم کے گردونواح میں ایسی کئی اَقوام آباد تھیں جو کئی دیوتاؤں یعنی اِلہٰوں کو مانتی تھیں۔ہندو یعنی اہلِ ہنود ''تینتیس کروڑ'' دیوتاؤں کو مانتے ہیں۔یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ اِن سب دیوتاؤں کو کب اور کیسے خوش کرتے ہوں گے۔بحر حال جب خُدا بنی اِسرائیل کو خبردار کرتا ہے تو بتاتا ہے کہ غیر قوموں کی طرح تُمہارے کئی خُدا نہیں بلکہ واحِد خُدا ہے۔بنی اِسرائیل کی تمام مذہبی تعلیمات و عِبادات خُدا کی وَحدانیت کے گرد ہی گھومتی ہیں۔

لفظ ''اِلوہیم'' خُدائے واحِد کے کئی ناموں میں سے ایک ایسا نام ہے جس میں وَحدت تو ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اُس میں کثرت بھی پائی جاتی ہے۔یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ جب ہم صِرف ایک ہی خُدا یا خُدائے واحِد کی رَٹ لگاتے ہیں تو ہم خُدائے لا محدُود کو محدُود کر دیتے ہیں۔ایک کی اِکائی میں بندش ہے جس سے نکلا نہیں جا سکتا۔ہماری سوچ بھی اُسی ایک ہی کے چوگرد گھومے گی۔اور جیسے میں ایک ہوں اور محدُود ہوں اِسی طرح میں خُدا کو بھی محدُود سمجھنا شروع ہو جاؤں گا۔میرا مطلب یہ ہے کہ خُدا کی ذات کی وَحدت میں کثرت پائی جاتی ہے۔

اچھا ہو گا کہ ذیل میں پیش کی گئی آیات کا مطالعہ کیا جائے۔''خُدا نے اِبتدا میں زمین و آسمان کو پیدا کیا اور زمین ویران اور سُنسان تھی اور گہراؤ کے اُوپر اَندھیرا تھا۔اور خُدا کا رُوح پانی کی سطح پر جُنبش کرتا تھا۔اور خُدا نے کہا کہ روشنی ہو جا اور روشنی ہو گئی'' (پیدائش ۱:۱-۳)۔

مندرجہ بالا آیات کے مطابق زمین و آسمان کا خالق ''خُدا'' ہے۔پانی کی سطح پر جُنبش کرنے والا ''خُدا کا رُوح'' ہے۔اور خُدا کے ''کلام کرنے'' یا کہنے سے، 'کُن فَیَکُن' روشنی ہو گئی۔ذرا غور فرمائیے گا۔

اگرچہ یہودی نوشتوں میں بھی لفظ ''تثلیث'' نہیں مگر پھر بھی تثلیث کی واضح تعلیم ضرور موجود ہے۔ایک ہی ''خُدا'' کی بات ہو رہی ہے جو خالق ہے۔پھر ''خُداکے رُوح'' کی بات ہو رہی ہے اور پھر ''کلمہ'' کی بات ہو رہی ہے۔یہاں ہم ''واحد خُدا'' میں کثرت کے پائے جانے یا واضح طور پر تثلیث کی تعلیم دیکھتے ہیں۔بنی اِسرائیل یا اہلِ یہود کا اِس سچائی پر مبنی تعلیم کا نہ ماننا ایک الگ بات ہے کیونکہ اُنہوں نے اِسے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی کیونکہ وہ اپنوں میں آیا اور اُنہوں نے اُسے قبول نہیں کیا اور ایسے لوگوں کی آج بھی کمی نہیں ہے۔اِس سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ کوئی نئی تعلیم نہیں کیونکہ اِس کی بُنیادیں عہدِ عتیق میں بھی ہمیں ملتی ہیں۔میں اِس بات کو ذرا کھول کر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

یہ سوال پوچھنا بہت عجیب لگتا ہے کہ خُدا کب سے ہے اور کب تک رہے گا۔تو بھی ذرا ذہن پر زور دیں تو اِس بات کا اندازہ لگانا بعید از قیاس ہوگا کہ خُدا کب سے ہے۔کتابِ مقدس کو بنیاد بناتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ''ازل سے ابد'' تک ہے اور میرے پاس کلامِ مُقدس کے علاوہ کوئی ایسا پیمانہ یا کوئی جادُو کی چھڑی نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ اِس ''ازل'' کے آغاز کی تاریخ کیا ہے۔خُدا کے لامحدُود ہونے کا ایک ثبوت یہی ہے کہ ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ وہ کب سے ہے۔میں یہاں پر پھر سے وہی بات کروں گا کہ اگر مُجھے معلوم ہو جائے کہ خُدا کب سے ہے تو پھر وہ خُدا، خُدا نہیں رہتا۔

اِس میں کوئی بھی مِلاوٹ یا جھوٹ نہیں کہ جب سے خُدا ہے اُس وقت سے اُس کا ''رُوح'' اور اُس کا ''کلمہ'' اُس کے ساتھ ہیں۔یہ کبھی بھی اُس سے جُدا نہیں ہوئے۔اِس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب میں اور آپ اِس دُنیا میں اپنے والدین سے پیدا ہوئے تو ہم میں اُس وقت ''رُوح'' تھی۔یہاں تک کہ جب ہم بطنِ مادر ہی میں تھے تو ''رُوح'' ہم میں تھی۔پھر ہم بات کرنے کی صلاحیت اپنے آپ میں رکھتے تھے۔اگرچہ اُس وقت ہماری زبان نہیں کُھلی تھی تو بھی ہم اپنی آنکھوں اور ہاتھوں کے اِشاروں سے بات سمجھا لیتے تھے۔جب ہمیں بھوک لگتی تو ہم روتے تھے کیونکہ بات تو کر نہیں سکتے تھے لیکن بولنے کی صلاحیت کا اظہار رو کر کرتے تھے۔ہماری اِن حرکات کے سبب سے ہمارے بڑے ہمیں مختلف قسم کے نام دیا کرتے تھے کہ یہ بڑا ہو کر یہ ہوگا اور یہ کرے گا، وغیرہ وغیرہ۔مطلب یہ ہوا کہ جب سے ہم ہیں اُس وقت سے ہم میں رُوح ہے اور کلمہ ہے۔خُدا جب سے ہے اُس وقت سے اُس کا رُوح اور کلمہ اُس کے ساتھ ہے۔یاد رکھیں کہ دُنیا کی تمام چیزیں اِسی کلمہ کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔خُدا نے کلام کیا تو یہ عالم وجُود میں آئے۔

''اِبتدا میں کلام تھا اور کلام خُدا کے ساتھ تھا اور کلام خُدا تھا۔یہی اِبتدا میں خُدا کے ساتھ تھا۔سب چیزیں اُس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کُچھ پیدا ہوا ہے اُس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی'' (یوحنا ۱:۱-۳)۔لہٰذا جیسا خُدا ازلی و ابدی ہے ویسے ہی اُس کا رُوح اور اُس کا کلمہ بھی ازلی اور ابدی ہیں۔''تیرا تخت قدیم سے قائم ہے۔تُو ازل سے ہے'' (زبور ۹۳:۲)۔''کیونکہ اُس کی اَن دیکھی صِفات یعنی اُس کی ازلی قُدرت اور الوہیت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہو کر صاف نظر آتی ہیں۔یہاں تک

کہ اُن کو کُچھ عُذر باقی نہیں'' (رُومیوں ۱: ۲۰)۔''اِس سے پیشتر کہ پہاڑ پیدا ہوئے یا زمین اور دُنیا کو تُو نے بنایا اَزل سے اَبد تک تُو ہی خُدا ہے'' (زبُور ۹۰: ۲)۔کئی حوالے پیش کیئے جا سکتے ہیں لیکن فی الحال یہی کافی ہیں۔

توراۃ کی کتاب میں واحِد خُدا میں کثرت کی تعلیم ضرور مِلتی ہے یہ الگ بات ہے کہ اُسے مانا نہیں جاتا یا اُس سے جان بوجھ کر رُوگردانی کی جاتی ہے۔ یہاں میں ثبوت کے طور پر چند حوالہ جات توراۃ کی کِتاب سے دینا چاہتا ہوں تاکہ آپ کی بہتر طور پر مدد ہو سکے کہ عہدِ عتیق یعنی یہودی نوِشتوں میں بھی خُدا کیلئے صِیغہ جمع اِستعمال ہوا ہے۔

''پھر خُدا نے کہا کہ ''ہم'' اِنسان کو اَپنی صُورت پر اَپنی شبیہ کی مانند بنائیں اور وہ سمُندر کی مچھلیوں اور آسمان کے پرندوں اور کُل چوپایوں پر اور تمام زمین اور سب جانداروں پر جو زمین پر رینگتے ہیں اِختیار رکھیں'' (پیدائش ۱: ۲۶)۔

''سو آؤ ''ہم'' وہاں جا کر اُن کی زبان میں اِختلاف ڈالیں تاکہ وہ ایک دُوسرے کی بات سمجھ نہ سکیں'' (پیدائش ۱۱: ۷)۔

''اور خُداوند خُدا نے کہا دیکھو اِنسان نیک و بد کی پہچان میں ''ہم'' میں سے ایک کی مانند ہو گیا اَب کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا ہاتھ بڑھائے اور حیات کے درخت سے بھی کُچھ لے کر کھائے اور ہمیشہ جیتا رہے'' (پیدائش ۳: ۲۲)۔

''اُس وَقت میں نے خُداوَند کی آواز سُنی جس نے فرمایا میں کِس کو بھیجوں اور ''ہماری'' طرف سے کون جائے گا؟ تب میں نے عرض کی میں حاضر ہوں مجھے بھیج'' (یسعیاہ ۶: ۸)۔

اِن حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یہودی نوِشتوں میں واحِد میں کثرت کی تعلیم ضرُور موجود ہے۔ الگ الگ تو وہ اِن تینوں کو مانتے ہیں لیکن وہ ایسے خُدا کو نہیں جانتے جو واحِد تو ہے لیکن اُس میں کثرت پائی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں آپ خود اَندازہ لگا سکتے ہیں کہ کُتبِ سماویہ کیا فرماتی ہیں۔ اُمید کرتا ہوں کہ اِس کتاب کے وسیلہ سے بہت سی غلط فہمیاں دُور ہو رہی ہوں گی اور اِس کے لکھے جانے کا مَقصد بھی یہی ہے۔

تصوّرِ خُدا

اہلِ اِسلام کی نظر میں

جب میں اہلِ اِسلام کے تصوّرِ خُدا کی بات کرتا ہوں تو مجھ سے یہ توقع نہ کیجئے گا کہ میں وُہ سب کُچھ بیان کرونگا جو وُہ خُدا کے بارے میں سمجھتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ میرا مضمون کیا ہے اور میں اپنے مضمون کو بنیاد بنا کر بات کرونگا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ہم اہلِ یہود اور اہلِ اِسلام کے بارے میں بھی تھوڑا سا جان سکیں کہ وہ خُدا کے بارے میں کیا سمجھتے ہیں تا کہ ہمارے سمجھنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

اہلِ اسلام بھی اہلِ یہود اور اہلِ کلیسیا کی طرح خُدا کی واحدانیت کے قائل ہیں۔ اُن کے نزدیک تثلیث کی تعلیم کی قطعاً گنجائش نہیں۔ وہ اِسے کُفر سمجھتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ کئی راسخ الاعتقاد مسلمان خُدا کیلئے نام ''خُدا'' بھی اِستعمال کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ وہ خُدا کیلئے ''اللہ'' کا نام اِستعمال کرتے اور اِس پر فخر کرتے ہیں۔ اِن میں سے بہت سے ایسے ہیں جو یہ بھی نہیں جانتے کہ ہم ''خُدا'' کیوں نہ کہیں اور اگر ''اللہ'' کہیں تو کیوں کہیں۔ اُنہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ لفظ ''اللہ'' کہاں سے آیا اور پرچم پر چاند اور ستارے کا مطلب کیا ہے اور اِس کا پسِ منظر کیا ہے۔

اہلِ یہود کے نزدیک ''خُدا'' کا ذاتی اور شخصی نام ''یہوواہ'' ہے۔ اور عبرانی زبان میں خُدا کیلئے ''ایل'' کا لفظ بھی **مستعمل** ہے۔ لفظ ''اللہ'' نہ تو بنی اِسرائیل کی تاریخ میں اور نہ ہی اہلِ کلیسیا کی تاریخ میں ملتا ہے۔ یہ نام صِرف اہلِ اِسلام ہی اِستعمال کرتے ہیں جو قُرآنِ حکیم اور احادیث میں اِستعمال ہوا ہے۔ عبرانی اور یُونانی مُعاشرے میں ''خُدا'' کیلئے ''اللہ'' نام کبھی بھی اِستعمال نہیں ہوا۔

اب ہم ذرا آگے بڑھتے ہیں۔ سُورۃ الاخلاص نمبر ۱۱۲، کے مطابق کہا گیا کہ ''کہو کہ وہ ذاتِ پاک جس کا نام اللہ ہے ایک ہے۔ وہ معبُودِ برحق، بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اُس کا ہمسر نہیں'' (ترجمہ مولانا فتح محمد خان جالندھری)۔

اِس سُورۃ میں بھی خُدا کو واحِد ہی پیش کیا گیا ہے اور اِس میں کوئی شک نہیں کہ خُدا واحِد ہی ہے۔ خیالِ مَن ایں اَست کہ اگر ہم خُدا کو واحِد تسلیم کریں تو یہ سچ ہے لیکن اتنا بھی نہ ہو کہ اُس کے لامحدُود ہونے پر حرف آئے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ لامحدُود خُدا کو ہم گنتی کی اِکائی میں محدُود نہیں کر سکتے۔ اِس سُورۃ کو بُنیاد بنا کر ثابت کرنا کہ ''خُدا ایک ہے'' کافی نہیں کیونکہ یہ تو صرف چند صِفاتِ خُداوندی ہیں جو صُلحی ہیں۔

کئی سال پہلے میرا ایک دوست یامین خان اِسی بات پر مُجھ سے یہ کہہ رہا تھا کہ شیطان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ وہ بھی نہ تو کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اُس سے کوئی پیدا ہوا۔ لہٰذا محض یہی بات کہنا کہ چونکہ وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی اُس سے کوئی پیدا ہوا اِس لیئے وہ ایک ہے کافی نہیں ہے۔

دُوسری طرف مضمون ہٰذا کے بارے میں جو تعلیم اہلِ کلیسیا اوراہلِ یہود دیتے ہیں وہی تعلیم اہلِ اِسلام بھی قبول کرتے اور دیتے ہیں۔ یہاں پر اِس بات کی تھوڑی سی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

خُدا کے بارے میں تو صاف ظاہر ہے کہ اہلِ اِسلام ''اللہ وحدہٗ لاشریک'' پر اِیمان رکھتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اُن کا اللہ کے ''رُوح'' پر بھی ایمان ہے اور پھر اللہ کے ''کلمہ'' پر بھی ایمان ہے۔ یہی بات تو اہلِ کلیسیا بھی اور بنی اِسرائیل بھی کہتے ہیں تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے۔ اِسلام کے مطابق ''اللہ اور رُوح اللہ اور پھر کلمتہ اللہ'' سمجھا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف لفظ ''تثلیث'' کا جھگڑا ہے اور آئیں اگر یہ لفظ ہمیں ایک دُوسرے کے قریب نہیں آنے دیتا تو اسے اِستعمال نہ کریں کیونکہ جو سچائی ہے اُس پر تو ہم سب کا ایک ہی جیسا ایمان ہے۔

اب آئیں ہم خُدائے واحِد سے مُتعلق ذرا قریب سے دیکھیں کہ وہ واحِد تو ہے لیکن کیا وہ لااَحَدُ وہ خُدائے واحِد ہے جس میں کثرت پائی جاتی ہے یا ہم خُدا کی وحدانیت پر زائد الضرورت زور دیتے ہیں کہ اُس کے لااحدُ ہونے پر آنچ آرہی ہے۔ یُوں تو ڈھیروں صَفحات لکھے جاسکتے ہیں لیکن چونکہ میں اِس بڑے اور حساس مَضمون پر اِنتہائی مُختصر اور جامع کتابچہ تحریر کرنا چاہتا ہوں اِس لیئے اہلِ یہود اور اہلِ اِسلام سے مُتعلق جو کُچھ کہا گیا وہ مُختصراً کافی ہے۔ اَب ذرا اہلِ کلیسیا سے مُتعلق بات کرنا چاہتا ہوں کہ اُن کا تصوّرِ خُدا کیا ہے۔

جب میں قُرآنِ حکیم پڑھتا ہوں تو اِس بات کا اِنکشاف ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لیئے کئی حوالہ جات میں صِیغہ جمع اِستعمال فرماتا ہے۔ ذیل میں چند حوالے پیشِ خِدمت ہیں۔

''جو غیب پر اِیمان لاتے اور آداب کیساتھ نماز پڑھتے اور جو کُچھ ''ہم'' نے اُن کو عطا فرمایا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں'' (سورۃ بقرہ ۲:۲)۔ (ترجمہ مولانا فتح مُحمد خان جالندھری)۔

''اور اِن پیغمبروں کے بعد اُن ہی کے قدموں پر ''ہم'' نے عیسیٰ اِبنِ مریم کو بھیجا جو اَپنے سے پہلے کی کِتاب...... اور اَے پیغمبر ''ہم'' نے تُم پر سچّی کِتاب نازل کی ہے جو اَپنے سے پہلی کتابوں...... ''ہم'' نے تُم میں سے ایک فرقے کیلئے ایک دستور اور طریقہ مقرّر کیا ہے...... اور ''ہم'' پھر تاکید کرتے ہیں کہ جو حکم خُدا نے نازل فرمایا......'' (سُورۃ المائدہ ۵:۴۵-۴۸)۔ (ترجمہ مولانا فتح مُحمد خان جالندھری)۔

سُورۃ الکہف ۱۸:۶-۲۰ میں دس ۱۰، بار صِیغہ جمع یعنی ''ہم'' اِستعمال ہوا ہے۔ مزید سُورۃ النحل ۱۶:۳۶ تا ۴۳ اور پھر ۱۰۱ تا ۱۱۷ بھی دیکھ سکتے

ہیں۔چُونکہ اِن آیات میں بھی صیغہ جمع ہی اِستعمال ہوا ہے لہٰذا میں ضرُوری نہیں سمجھتا کہ اِن ساری آیات کو یہاں پر پورا پورا لکھا جائے۔ یہ حوالہ جات قاری کے سمجھنے کیلئے پیش کیئے گئے ہیں۔

تصوّرِ خُدا

اہلِ کلیسیا کی نظر میں

اِس سے قبل کہ میں کُچھ اور کہوں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب میں مسیحی تصوّرِ خُدا کی بات کرتا ہوں تو اس سے مُراد یہ نہیں کہ خُدا سے متعلق مسیحی تعلیم بزرگانِ کلیسیا یعنی مسیحی عُلماء کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔اہلِ کلیسیا کے ایمان و عمل سے متعلق ساری تعلیمات کا دارومدار کتابِ مُقدس یعنی تورات، زبُور، صحائف الانبیاءِ کرام اور انجیل شریف پر مبنی ہے۔جو بات اِن کُتبِ ساویہ سے میل نہیں کھاتی اور جس کے ماننے سے ہمارے ایمان پر حرف آتا ہے وہ ہمارے نزدیک بدعت ہے اور ہم اُسے نہیں مانتے۔

یاد رکھیں کہ ہم خُدائے واحِد پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہمارے ہاں تین خُداؤں کا کوئی تصوّر نہیں ہے۔تین خُدا ماننیں یا تینتیس کروڑ بات ایک ہی ہے۔خُدا وہی "یہوہ الوہیم" ہے جس کا پرانے نوشتوں میں ذِکر آیا ہے۔اِس کے علاوہ اور کوئی خُدا نہیں۔ازلی ہونے کی حیثیت سے خُدا کا رُوح اور اُس کا کلمہ بھی اُس کیساتھ ازلی ہی ہیں۔جب سے خُدا ہے وہ اُس کے ساتھ ہیں اور میں اس بات کا پہلے ذِکر کرچُکا ہوں۔تورات کی پہلی کتاب پیدائش ۱:۱-۳ میں لکھا ہے کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا خُدا ہے۔میں اِس بات کا بھی ذِکر کرچُکا ہوں کہ ہمارا ایمان ایک ہی خُدا پر ہے۔خُداؤں کی کثرت پر نہیں ہے بلکہ خُدا کی ذات میں کثرت پر ایمان رکھتے ہیں۔یہ کثرت بھی وہ ہے جس کی تعلیم کے بنی اِسرائیل اور اہلِ اِسلام دُونوں ہی قائل ہیں۔یہ خُدا صرف ازلی ہی نہیں بلکہ ابدی بھی ہے۔

یہاں پر ایک اور حقیقت کا ذِکر کرتا چلوں کہ اہلِ کلیسیا خُدائے واحِد کی ذات میں کثرت کے قائل ہیں۔اور اس پر پہلے بھی روشنی ڈالی جاچکی ہے۔یعنی ہم "خُدا" کو رُوحانی طور پر "باپ" کہتے ہیں اور یہ بھی کلامِ مُقدس کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔خُدا ربّ یا پروردِگار ہے جو سارے جہان کو پالتا اور اُس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔کسی شاعر نے اپنے منظوم کلام میں کہا کہ یہ ساری مخلوق خُدا کا کُنبہ یا خاندان ہے۔جیسے خاندان کا سَربراہ "باپ" ہوتا ہے اِسی طرح خُدا کو رُوحانی طور پر "باپ" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی تخلیق یعنی دُنیا سے پیار کرتا اور اُس کا خیال رکھتا ہے۔

تصوّرِ ''کلمہ''

اہلِ کلیسیا کی نظر میں

اِس بات کابہُت مرتبہ ذکر ہوچُکا ہے کہ جب سے خُدا ہے اُس وقت سے اُس کا کلمہ ہے۔ خُدا اَزلی و اَبدی ہے جس سبب سے اُس کا کلمہ بھی اَزلی و اَبدی ہے۔ یہ کلمہ اسی طرح اَزلی ہے جیسے خُدا ہے اور خُدا کیساتھ اُس وقت سے ہے جب سے خُدا ہے ''ابتدا میں کلام تھا اور کلام خُدا کیساتھ تھا اور کلام خُدا تھا۔ یہی ابتدا میں خُدا کیساتھ تھا'' (یُوحنا ۱:۱-۲)۔ اِسی کلمہ کے وسیلہ سے عالم بنے یعنی کلمہ خالق بھی ہے ''سب چیزیں اُس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کُچھ پیدا ہوا ہے اُس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے وسیلہ کے بغیر پیدا نہیں ہوئی'' (یُوحنا ۱:۳)۔ خُدا نے گنہگار انسان کی نجات یا اَبدی معافی کا منصوبہ بنایا اور اُس منصوبہ پر کام کرنے کیلئے ''کلمہ'' کو جسم اختیار کر کے یعنی مجسّم ہو کر اس دُنیا میں آنا پڑا۔ مسئلہ نجات کے بارے میں جاننے کیلئے اچّھا ہوگا کہ میرا کتابچہ ''حقیقتِ وِلادت المسیح'' کا مطالعہ کریں۔ میں یہاں اِس موضوع پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم اِسی ''مجسّم کلام'' کو عربی زبان میں ''کلمتہ اللہ'' کہا جاتا ہے۔ اور چُونکہ یہ کلمہ خُدا سے نِکلا جس کی وجہ سے رُوحانی طور پر بائبل مُقدس کو بُنیاد بناتے ہوئے اہلِ کلیسیا حضُور المسیح کو ''خُدا کا بیٹا'' کہتے ہیں۔

اِنجیلِ مُقدس کے مطابق حضُور المسیح ایسے ہی نہیں بلکہ بڑی قُدرت کیساتھ خُدا کے فرزند ٹھہرے۔ خُدا نے پہلے ہی ''......اَپنے نبیوں کی معرفت کِتابِ مُقدس میں اَپنے بیٹے ہمارے خُداوند یسوع مسیح کی نسبت وعدہ کیا تھا جو جسم کے اِعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوا لیکن پاکیزگی کی رُوح کے اِعتبار سے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب سے قُدرت کیساتھ خُدا کا بیٹا ٹھہرا'' (رُومیوں ۱:۲-۴)۔

یاد رہے کہ یہ اِصطلاح کسی مسیحی عالم نے اَپنی طرف سے نہیں اِستعمال کی بلکہ خُدا خود اِس ''مجسّم کلام'' سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ ''اور جب وہ پانی سے نِکل کر اُوپر آیا تو فی الفور اُس نے آسمان کو پھٹتے اور رُوح کو کبوتر کی مانند اَپنے اُوپر اُترتے دیکھا اور آسمان سے آواز آئی کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تُجھ سے میں خُوش ہوں'' (مرقس ۱:۱۰-۱۱)۔ اِس کے علاوہ بھی کئی آیاتِ مُقدسہ ہیں۔ خُدا کی طرف سے جتنے بھی نبی پیغمبر اِس دُنیا میں تشریف لائے اُن میں سے کسی کیلئے بھی خُدا یہ اِصطلاح اِستعمال نہیں کرتا۔ اگر آپ یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ مجسّم کلام کو جو کلمتہ اللہ ہیں ''خُدا کا بیٹا'' کیوں کہا جاتا ہے تو پھر میرا ایک کتابچہ پڑھیں جس کا نام ''حضُور المسیح خُدا کا بیٹا'' ہے۔ آپ رُوح القُدس کی قُدرت سے پیدا ہوئے۔

اِسی ''مجسّم کلمتہ اللہ'' کو یسُوع مسیح یعنی حضُور المسیح کہا جاتا ہے۔ عربی لٹریچر میں اُنہیں عیسیٰ یا مسیح ابنِ مریم کہا جاتا ہے۔ آپ کی وِلادت سے مُتعلق اَنبیاء نے بے شمار پیشینگوئیاں کی ہیں جو پوری ہوگئی ہیں۔ حضور المسیح نے خُدا کی طرف سے بنی نوع اِنسان کیلئے منصوبہِ نجات پر

کام کیا اور اَپنی جان بطورِ عوضی گنہگار اِنسان کیلئے دی تا کہ جو کوئی اُن پر اِیمان لائے وہ فردوسِ بریں کا وارِث بن جائے ''کیونکہ خُدا نے دُنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اَپنا اِکلوتا بیٹا بخش دیا تا کہ جو کوئی اُس پر اِیمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زِندگی پائے'' (یوحنا ۱۶:۳)۔ چنانچہ اِنجیل مُقدس کو بنیاد بناتے ہوئے ہم اہلِ کلیسیا حضور المسیح کو جو کلامِ خُدا یعنی کلمۃ اللہ ہیں خُدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ آپ کی وِلادت اِس لیئے منفرد تھی کیونکہ اُس میں کسی مَرد کا کوئی کردار نہ تھا۔ اِنجیلِ مُقدس میں آیا ہے ''اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اِکلوتے کا جلال'' (یوحنا ۱۴:۱)۔

حضور المسیح جب اِس دُنیا میں تھے تو ساڑھے تینتیس برس زندگی گُذارنے کے بعد جس مقصد کیلئے تشریف لائے تھے وہ پُورا کیا۔ زمین پر رہتے ہوئے آپ نے معصومیت کی زندگی گُذاری۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ آپ میں حضرتِ آدم کا نافرمانی والا خون نہیں تھا۔ نسل عموماً مَرد سے چلتی ہے اور چونکہ آپ کی وِلادت رُوح القُدس کی قُدرت سے ہوئی نہ کہ کسی مَرد سے جس کی وجہ سے آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ دُنیا کو یہ بھید اِس لیئے سمجھ نہیں آتا کیونکہ کسی اور کو خُدا کی طرف سے ایسا کہا نہیں گیا۔ کوئی ذبیح اللہ ہے اور کوئی خلیل اللہ ہے، کوئی کلیم اللہ ہے اور کوئی صفی اللہ لیکن ''بیٹا'' کسی اور کو نہیں کہا گیا۔

مُجسّم ہونے سے پیشتر کلمہِ خُدا عہدِ عتیق میں بھی نظر آتا ہے مگر وہ یہوآہ خُدا کے فرِشتہ کی صُورت میں نظر آتا ہے۔ یہاں پر میں صرف حوالہ جات ہی پیش کرونگا جیسا کہ وہ ابرہام پر ظاہر ہوا، لوط پر ظاہر ہوا اور یسعیاہ پر ظاہر ہوا۔ اور یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ (دیکھئے یسعیاہ ۱۰:۶۳؛ ۱۶:۴۸؛ پیدائش ۱۵:۳-۷؛ ۱۸:۱-۲۱ اور ۱۹:۱-۲۲)۔ یاد رکھیں کہ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ المسیح مجسم ہونے سے پیشتر خُداوند کا فرِشتہ تھا بلکہ یہ کہ وہ خُداوند کے فرِشتہ کی صُورت میں ظاہر ہوتا رہا۔

ایک مُکاشفہ

''اِلٰہی و اِنسانی ذات''

میں یہ بات بھی باوَر کروانا چاہتا ہوں کہ حُضور المسیح کی ذاتِ اقدس میں دو ذاتیں تھیں۔ عزیز قاری! جب آپ حُضور المسیح کے بارے میں سوچتے ہیں تو اُنہیں محض اِنسان ہونے اور صرف ایک پہلو کے اعتبار سے نہ دیکھیں بلکہ اُنہیں کلمتہ اللہ کی حیثیت سے دیکھیں۔ حُضور المسیح ایک ہی وَقت میں اِنسانی ذات اور پھر اِلٰہی ذات بھی تھے۔ دُوسرے لفظوں میں آپ خُدا بھی تھے اور اِنسان بھی تھے۔ ایک شاعر نے اِس بھید سے متعلق کیا خُوب لکھا......

شکلِ اِنسان میں خُدا تھا مُجھے معلوم نہ تھا...... مُشکِ نافہ میں چھپا تھا مُجھے معلوم نہ تھا

ذاتِ اِنساں وہ ہوا تھیں باہم جس میں.....وہ عجب مَردِ خُدا تھا مُجھے معلوم نہ تھا
(سیالکوٹ کنونشن گیت نمبر ۲۱۹)۔

حضُور المسیح نے اِلٰہی ذات کا کبھی بھی اَپنے مفاد کیلئے اِستعمال نہیں کیا۔ایک مرتبہ تو آپ نے اَپنے شاگردوں میں سے ایک سے جو اِنتہائی جہادی ذہن کے مالک تھے یوں فرمایا کہ ''تلوار میان میں رکھو'' کیونکہ جو تلوار نکالتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کیئے جاتے ہیں۔آپ نے مزید فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان سے فرشتوں کے بارہ تُمن بُلا سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میرا دُنیا میں آنے کا مقصد و مشن یہ نہیں ہے۔آپ نے اِلٰہی ذات کا اَپنے باپ کے جلال کیلئے اور دُوسروں کی بھلائی کیلئے چشم دید گواہوں کے سامنے اِستعمال کیا۔آپ اَپنی نہیں بلکہ اَپنے بھیجنے والے کی مرضی پُوری کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔آپ نے فرمایا ''کیونکہ ابنِ آدم اِس لیئے نہیں آیا کہ خِدمت لے بلکہ اِس لیئے کہ خِدمت کرے اور اَپنی جان بُہتیروں کے بدلے فِدیہ میں دے'' (مرقس ۱۰:۴۵)۔جب آپ صلیب پر لٹکے بنی نوانسان کے گناہوں کیلئے اَپنی جان دے رہے تھے تو اگر آپ چاہتے تو زمین کو حُکم فرماتے تو پھٹ کر مصلوب کرنے والوں کو نگل سکتی تھی مگر آپ نے ایسا کرنے کے بجائے اَپنے ستانے والوں کیلئے دُعا کی۔حضُور المسیح نے اِنسانی ذات میں ہوکر یوں فرمایا کہ اے باپ! اِن کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں.....'' (لوقا ۲۳:۳۴)۔

اِنسانی ذات ہونے کے اِعتبار سے آپ کو بھوک لگی، آپ کو پیاس بھی لگی، آپ روئے بھی، آپ کو آرام کی بھی ضرورت تھی۔آپ سوئے بھی اور یہاں تک کہ آپ کو درد بھی ہوا۔آپ اِنسانی جامہ میں ہوکر بنی نوانسان کا فِدیہ دینے کیلئے تشریف لائے۔''ہر ایک اَپنے ہی اَحوال پر نہیں بلکہ ہر ایک دوسروں کے اَحوال پر بھی نظر رکھے ویسا ہی مزاج رکھو جیسا کہ مسیح یسوع کا بھی تھا۔اُس نے اگرچہ خُدا کی صُورت پر تھا خُدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا بلکہ اَپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادِم کی صُورت اختیار کی اور اِنسانوں کے مشابہ ہو گیا اور اِنسانی شکل میں ظاہر ہو کر اَپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارہ کی۔اِس واسطے خُدا نے بھی اُسے بہت سر بلند کیا اور اُسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تاکہ یسُوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا جُھکے خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا اور خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں اور خُدا باپ کے جلال کیلئے ہر ایک زبان اقرار کرے کہ یسُوع مسیح خُداوند ہے'' (فلپیوں ۲:۴-۱۲)۔

یہاں پر چند ایسے حوالہ جات پیش کرتا ہوں جن سے یہ ثابت ہو کہ حضُور المسیح خُدا تھے۔میں پھر سے اِس حقیقت کا انکشاف کرتا چلوں کہ جسمانی آدمی خُدا کے رُوح کی تہہ کی باتوں کو نہیں سمجھ سکتا کیونکہ رُوحانی باتیں خُدا کے رُوح کی مدد سے ہی سمجھی جا سکتی ہیں۔

1- یُوحنا رسُول کا اِقرار ''اِبتدا میں کلام تھا اور کلام خُدا کیساتھ تھا اور کلام خُدا تھا۔یہی اِبتدا میں خُدا کیساتھ تھا'' (یُوحنا ۱:۱-۲)۔

2- ایک محقق شاگرد کا اِقرار ''توما نے جواب میں اُس سے کہا اے میرے خُداوند! اے میرے خُدا!'' (یُوحنا ۲۰:۲۸)۔

3- حضُور المسیح خُدائے محمود ہیں" اورقوم کے بزرگ اُن ہی کے ہیں اورجسم کی رُو سے مسیح بھی اُن ہی میں سے ہوا جوسب کے اُوپر اور اَبدتک خُدائے محمود ہے"(رُومیوں ۹:۵)۔

4- اِلٰہی ذات ہونے کے لحاظ سے "یسُوع مسیح کل اور آج بلکہ اَبدتک یکساں ہے"(عبرانیوں ۱۳:۸)۔

5- اَزلی ہونے کے لحاظ سے "وہ اَن دیکھے خُدا کی صُورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے"(کُلسّیوں ۱:۱۵)۔اوروہ خُدا کیساتھ تھا(کُلسّیوں ۱:۱۷)۔

6- حضُور المسیح کا اپنا اقرار "یسُوع نے اُن سے کہا میں تُم سے سچ کہتا ہوں کہ پیشتر اس سے کہ ابرہام پیدا ہوا میں ہوں"(یوحنا ۸:۵۸)۔

7- خُدا خُود حضُور المسیح کے حق میں بیان دیتا ہے "مگر بیٹے کی بابت کہتا ہے کہ اے خُدا تیرا تخت ابدُ الآباد رہیگا اور تیری بادشاہی کا عصا راستی کا عصا ہے"(عبرانیوں ۱:۸)۔

8- گُناہ معاف کرنے کے لحاظ سے جو صرف خُدا ہی مُعاف کرسکتا ہے۔"یسُوع نے اُن کا اِیمان دیکھ کر مفلوج سے کہا بیٹا تیرے گناہ معاف ہوئے"(مرقس ۲:۵)۔

9- جیسا ہم خُدا کے بارے میں سوچتے ہیں ویسے ہی حضُور المسیح اِلٰہی ذات ہونے کے اِعتبار سے ہمہ جا حاضر ہیں۔حضُور المسیح نے اَپنے بارے میں کئی دعوے کیئے جیسے "کیونکہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہیں وہاں میں اُن کے بیچ میں ہوں"(متّی ۱۸:۲۰)۔

10- مزید دیکھیں "اوراُن کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تُم کو حُکم دیا اور دیکھو میں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تُمہارے ساتھ ہوں"(متّی ۲۸:۲۰)۔

11- "خُداوند خُدا جو ہے اور جو تھا اور جو آنے والا ہے یعنی قادرِ مُطلق خُدا فرماتا ہے کہ میں اَلفا اور اَومیگا ہوں"(مکاشفہ ۱:۸)۔

12- "جب میں نے اُسے دیکھا تو اُس کے پاؤں میں مُردہ سا گر پڑا اور اُس نے یہ کہہ کر مُجھ پر اپنا دہنا ہاتھ رکھا کہ خوف نہ کر میں اوّل اور آخر اور زِندہ ہوں میں مر گیا تھا اور دیکھ ابدُ الآباد زِندہ رہوں گا اور موت اور عالمِ اَرواح کی کُنجیاں میرے پاس ہیں" (مکاشفہ ۱:۱۷-۱۸)۔

13- "اور سُمرنہ کی کلیسیا کے فرِشتہ کو یہ لِکھ کہ جو اوّل و آخر ہے اور جو مر گیا تھا اور زِندہ ہوا!وہ یہ فرماتا ہے"(مکاشفہ ۲:۸)۔

14- کلام کو بُنیاد بناتے ہوئے میں یہ بھی کہوں گا کہ حضُور المسیح اِلٰہی ذات ہونے کے لحاظ سے پرستش و سجدہ کے لائق ہیں "اور اِن چاروں جانداروں کے چھ چھ پر ہیں اور چاروں طرف اور اندر آنکھیں ہی آنکھیں ہیں اور رات دِن بغیر آرام کیئے یہ کہتے رہتے ہیں کہ قُدوس، قُدوس قُدوس خُداوند خُدا قادرِ مُطلق جو تھا اور جو ہے اور جو آنے والا ہے۔اور جب وہ جاندار اُس کی تمجید اور عزت اور شکر گزاری کرینگے جو تخت پر بیٹھا ہے اور ابدُ الآباد زِندہ رہے گا تو وہ چوبیس بزرگ اُس کے سامنے جو تخت پر بیٹھا ہے گر پڑیں گے اور اُس کو سجدہ

کرینگے اور جواَبدُ الآباد زِندہ رہے گا اور اَپنے تاج یہ کہتے ہوئے اُس تخت کے سامنے ڈال دیں گے کہ اے ہمارے خُداوند اور خُدا تُو ہی تمجید، عزت اور قُدرت کے لائق ہے کیونکہ تُو ہی نے سب چیزیں پیدا کیں اور وہ تیری ہی مرضی سے تھیں اور پیدا ہوئیں'' (مُکاشِفہ ۴:۸-۱۱)۔ مُکاشفہ پانچ باب سارے کا سارا اِسی مضمون سے متعلق ہے۔ اِس کا مطالعہ مضمون ہٰذا کے سمجھنے میں مدد کریگا۔

15- ''میں اَلفا اور اَومیگا اَوّل و آخر اِبتدا و اِنتہا ہوں'' (مُکاشفہ ۲۲:۱۳)۔

میں اِس بات سے متفق ہوں کہ حُضور المسیح نے کہیں بھی یہ جُملہ اِستعمال نہیں کیا کہ ''میں خُدا ہوں'' مگر دُوسری طرف یہ بھی ہے کہ ایسا کوئی حوالہ نہیں جس میں حُضور المسیح نے خُدا ہونے سے اِنکار کیا ہو۔ اِنسان کے دِل میں یہ آرزُو تھی کہ وہ خُدا کو دیکھے یا دیدارِ اِلٰہی حاصل کرے۔ حُضور المسیح کے حواری بھی یہی کہتے تھے کہ ہمیں باپ یعنی خُدا کو دِکھا جس کے جواب میں حُضور المسیح نے فرمایا کہ ''فِلپُّس نے اُس سے کہا! اے خُداوند! باپ کو ہمیں دِکھا یہی ہمیں کافی ہے۔ یسُوع نے اُس سے کہا اے فِلپُّس میں اِتنی مُدت سے تُمہارے ساتھ ہوں کیا تُو مُجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا! تُو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دِکھا۔ کیا تُو یقین نہیں کرتا کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مُجھ میں ہے؟'' (یُوحنّا ۱۴:۸-۹)۔

ماضیِ رَفتہ میں اِنسان کی یہ آرزُو رہی کہ وہ خُدا کو دیکھے۔ حضرتِ موسیٰ کی بھی یہی آرزُو تھی کہ وہ دِیدارِ اِلٰہی حاصل کریں مگر صرف جلال ہی دیکھا۔ حضرتِ یسعیاہ نے صِرف جلال یا خُدائے قادِر کا جلوہ دیکھا۔ بُت پرست اقوام کے بُت دِیدنی تھے جس سبب سے خُدائے واحِد کے ماننے والے بھی چاہتے تھے کہ خُدا کو دیکھیں۔ لیکن یاد رہے کہ خُدا رُوح ہے اور رُوح کا ہماری طرح جسم و جان نہیں ہوتا۔ چنانچہ خُدائے بزرگ و برتر نے اِنسانی جامہ پہنا اور وہ اِس دُنیا میں آ گیا۔ یاد رہے کہ اِنسان خُدا نہیں بن سکتا لیکن خُدا اِنسان بن سکتا ہے۔ مگر حیرت اِس بات کی ہے کہ خُدا کے اِنسان بن کر اِس دُنیا میں آجانے کے باوجُود بہتوں نے اُسے نہیں پہچانا اور وہ آج بھی یہی کہتے ہیں کہ......

کبھی اے حقیقتِ مُنتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں...... کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تیری جبینِ نیاز میں

حیرت اِس بات کی ہے کہ بہتوں نے خُدا کو جسم میں دیکھا مگر پھر بھی قبول نہ کیا۔ حضرتِ یُوحنّا فرماتے ہیں کہ ''وہ اپنے گھر (بنی اسرائیل) آیا اور اُس کے اَپنوں نے اُسے قبول نہ کیا (یُوحنّا ۱:۱۱)۔ ''اور نُور تارِیکی میں چمکتا ہے لیکن تارِیکی نے اُسے قبول نہ کیا'' (یُوحنّا ۱:۵)۔

تصوّرِ ''رُوح القُدس''

اہلِ کلیسیا کی نظر میں

میرے دوست یامین خان جن کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں ایک مرتبہ کہنے لگے کہ رُوح القُدس حضرتِ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ میں اس بات کی اِصلاح کرتا چلوں کہ حضرتِ جبرائیل فِرشتوں میں سے ایک فِرشتہ ہیں۔اور خُدا کی طرف سے اُنہیں پیغام رسانی کی ذِمّہ داری سونپی گئی۔ یہ وُہی فِرشتہ ہیں جو خُدا کی طرف سے مادرِ حضور المسیح کے پاس پیغام لے کر آئے۔عہدِ عتیق اور عہدِ جدید دُونوں میں ہم اُن کا کام دیکھتے ہیں۔لہٰذا اِس سے قبل کہ میں رُوح القدس سے متعلق لکھنے کیلئے قلم اُٹھاتا !ضروری تھا کہ پہلے اِس غلط فہمی کو دُور کیا جائے۔اچھا ہوگا کہ پہلے لُوقا کی مَعرفت لکھی گئی اِنجیل شریف کے پہلے دو ابواب تلاوت کیئے جائیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ حضرتِ جبرائیل کون ہیں۔اگر وَقت اِجازت نہیں دیتا تو لُوقا ۱: ۲۶ ضرور پڑھیں۔

میں پہلے ہی ''خُدا''، ''خُدا کا کلمہ'' اور ''خُدا کا رُوح'' کے متعلق تعارفی باتیں عرض کر چُکا ہوں۔ میں نے یہ کہا کہ خُدا اَزل سے ہے اور اُس کا کلمہ بھی اَزل سے اُس کیساتھ ہے اور جب سے خُدا ا ور اُس کا کلمہ ہیں اُس وقت سے اُس کا رُوح بھی اُس کے ساتھ ہے۔خُدا، خُدا کا کلمہ اور خُدا کا رُوح ایک ہی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے جُدا نہیں۔

مُجھے تھوڑا سا پسِ منظر میں جانے کی اِجازت دیجئے۔ اِبتدا میں خُدا نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ جب سے خُدا ہے اُس وقت سے اُس کا کلمہ اُس کیساتھ ہے۔پُرانے عہدنامے میں کبھی کبھی ''کلمہ'' ''خُدا کا خاص فرشتہ'' کی صُورت میں نظر آیا لیکن وہ ایک مخصوص وقت کیلئے آتا اور پھر چلا جاتا تھا۔وہ مُستقِل زمین پر نہیں رہا۔پھر ایک وَقت آیا کہ گنہگار انسان کے گناہوں کے کُفارہ کیلئے وُہی کلمہ جسم اِختیار کرے اور آج سے تقریباً دو ہزار سال پہلے وہ جسم میں ظاہر ہوا اور اُس نے وہ مشن پورا کیا جو گنہگار انسان کیلئے تھا۔

میرا مطلب یہ ہے کہ کلمتہ اللہ یعنی مسیح یسوع نے کُل جہان کے لوگوں کیلئے اَپنی جان صلیب پر قُربان کی اور پھر دفن ہوئے اور تیسرے دِن اَنبیاء کی نبوتوں اور کُتبِ سابِقہ کی پیشینگوئیوں کے عین مطابق مُردوں میں سے جی اُٹھے اور ابھی آسمان پر ہیں جہاں سے وہ زِندوں اور مُردوں کی عدالت کرنے کیلئے پھر سے اِس دُنیا میں تشریف لا رہے ہیں۔ ''چُنانچہ میں نے سب سے پہلے تُم کو وُہی بات پہنچا دی جو مُجھے پہنچی تھی کہ مسیح کِتابِ مُقدس کے مُطابق ہمارے گناہوں کیلئے موا اور دفن ہوا اور تیسرے دِن کِتابِ مُقدس کے مُطابق جی اُٹھا'' (۱-کرنتھیوں ۱۵: ۳-۴)۔

صعودِ آسمانی سے پیشتر آپ نے اَپنے شاگردوں سے فرمایا کہ میں جاتا ہوں کہ تمہارے لیئے دُوسرا مددگار بھیجوں جو اَبد تک تمہارے ساتھ رہے۔ میں تو کُچھ وقت تک تمہارے ساتھ تھا لیکن وہ اَبد تک تمہارے ساتھ ہوگا بلکہ تُمہارے اندر ہوگا۔'' اور میں باپ سے درخواست

کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ اَبد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی رُوحِ حق جسے دُنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اُسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے۔ تُم اُسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تُمہارے اَندر ہوگا'' (یوحنا ۱۴:۱۶-۱۷)۔

اَب تھوڑا پھر سے پیچھے چلوں گا۔ خُدا نے ہماری نجات کا منصوبہ بنایا۔ بیٹے نے اُس پر کام کیا اور پھر رُوح القُدس نے اُس پر مُہر کی یعنی تصدیق کی۔ یہ رُوح خود خُدا کا رُوح یعنی مسیح کا رُوح ہے۔ وُہی رُوح جو اِبتدا میں پانی کی سطح پر جُنبش کرتا تھا۔ اُسی رُوح کے سبب سے حضُور المسیح کو رُوح اللہ کہا جاتا ہے۔ چُنانچہ حضُور المسیح اَپنے جی اُٹھنے کے بعد آسمان پر صعُود فرمائے اور آسمان پر جانے کے دَس دِن بعد آپ نے رُوح القُدس بھیجا جس کے بھیجنے کا آپ نے وَعدہ فرمایا تھا۔ یہ رُوح القُدس خود المسیح کا رُوح ہے۔ با الفاظِ دیگر حضُور المسیح اَب اَپنے لوگوں میں لامحدُود ہونے کے اِعتبار سے رُوح القُدس کی صُورت میں سکونت کرتے ہیں۔ یوں حضُور المسیح اَپنے لوگوں یعنی مُومنین کیساتھ اَبد تک رہینگے۔ جسم میں ہوتے ہوئے حضُور المسیح کیلئے ایسا کرنا آسان نہ تھا۔

جیسا ہم نے دیکھا کہ بیٹا خُدا ہے اور اُس میں وُہی صِفات پائی جاتی ہیں جو خُدا باپ میں ہیں۔ جس سبب سے رُوح القُدس باپ اور بیٹے سے الگ نہیں اور بیٹے کی طرح اِس میں بھی وُہی صِفات پائی جاتی ہیں جو خُدا باپ میں ہیں۔ ذیل میں اِس بات کے ثبوت میں چند حوالہ جات دینا چاہتا ہوں۔

1- رُوح القُدس خُدا ہے۔ ''مگر پطرس نے کہا اے حننیاہ! کیوں شیطان نے تیرے دِل میں یہ بات ڈال دی کہ تُو رُوح القُدس سے جھوٹ بولے اور زمین کی قیمت میں سے کُچھ رکھ چھوڑے؟ کیا جب تک وہ تیرے پاس تھی تیری نہ تھی؟ اور جب بیچی تو تیرے اِختیار میں نہ رہی؟ تُو نے کیوں اَپنے دِل میں اِس بات کا خیال باندھا؟ تُو نے آدمیوں سے نہیں بلکہ خُدا سے جھوٹ بولا'' (اعمال ۵:۳-۴)۔

2- رُوح القُدس کا نام خُدا کے نام کیساتھ آیا ہے۔ پولس رسُول فرماتا ہے ''نعمتیں تو طرح طرح کی ہیں مگر رُوح ایک ہی ہے اور خِدمتیں بھی طرح طرح کی ہیں مگر خُداوند ایک ہی ہے اور تاثیریں بھی طرح طرح کی ہیں مگر خُدا ایک ہی ہے جو سب میں ہر طرح کا اثر پیدا کرتا ہے'' (۱-کُرنتھیوں ۱۲:۴-۶)۔

3- رُوح القُدس وُہی کام کرتا ہوا نظر آتا ہے جو خُدا کرتا ہے جیسا کہ عملِ تخلیق میں اُس کے کردار کا ذکر ہے۔ ''خُدا کی رُوح نے مُجھے بنایا ہے اور قادرِ مُطلق کا دَم مُجھے زِندگی بخشتا ہے'' (ایوب ۳۳:۴)۔

زبُور نویس فرماتا ہے ”تُو اَپنی رُوح بھیجتا ہے اور یہ پیدا ہوتے ہیں اور تُو رُوئے زمین کو نیا بنا دیتا ہے“ (زبُور ۱۰۴: ۳۰)۔

”زِندہ کرنے والی تو رُوح ہے۔ جِسم سے کُچھ فائدہ نہیں۔ جو باتیں میں نے تُم سے کہی ہیں وہ رُوح ہیں اور زِندگی بھی ہیں“ (یُوحنّا ۶: ۶۳)۔

4- ”اور اگر اُس کا رُوح تُم میں بسا ہوا ہے جِس نے یسُوع کو مُردوں میں سے جِلایا تو جِس نے مسیح یسُوع کو مُردوں میں سے جِلایا وہ تُمہارے فانی بدنوں کو بھی اَپنے اُس رُوح کے وسیلہ سے زِندہ کریگا جو تُم میں بسا ہوا ہے“ (رُومیوں ۸: ۱۱)۔

5- عالِمِ کُل ہے۔ اِس تعلق سے آپ اَعمال ۵: ۱-۱۱ کی تلاوت کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ رُوح القدس بھی خُدا ہونے کے لحاظ سے سب کُچھ جانتا ہے۔ یہاں پر میں طویل حوالہ لکھنے سے عاجز ہوں۔ آپ ذرا بائبل مُقدس سے حوالہ نِکالنے کی بھی مشق کریں۔

”لیکن ہم پر خُدا نے اُن کو رُوح کے وسیلہ سے ظاہر کیا کیونکہ رُوح سب باتیں بلکہ خُدا کی تہہ کی باتیں بھی دریافت کر لیتا ہے“ (۱-کُرنتھیوں ۲: ۱۰-۱۱)۔

6- رُوح القدس بھی خُدا کی طرح ہمہ جا حاضر ہے۔ زبُور نویس فرماتا ہے ”میں تیری رُوح سے بچ کر کہاں جاؤں یا تیری حضُوری سے کِدھر بھاگوں؟ اگر آسمان پر چڑھ جاؤں تو تُو وہاں ہے۔ اگر میں پاتال میں بستر بِچھاؤں تو دیکھ تُو وہاں بھی ہے۔ اگر میں صُبح کے پَر لگا کر سمُندر کی اِنتہا میں جا بسوں تو وہاں بھی تیرا ہاتھ میری رہنمائی کریگا اور تیرا دہنا ہاتھ مُجھے سنبھالے گا“ (زبُور ۱۳۹: ۷-۱۰)۔

7- جیسے خُدا اَزلی ہے ویسے ہی رُوح القُدس بھی اَزلی ہے۔ عِبرانیوں کا مُصنّف فرماتا ہے ”تو مسیح کا خُون جِس نے اَپنے آپ کو اَزلی رُوح کے وسیلہ سے خُدا کے سامنے بے عیب قُربان کر دیا تُمہارے دِلوں کو مُردہ کاموں سے کیوں نہ پاک کریگا تاکہ زِندہ خُدا کی عبادت کریں“ (عِبرانیوں ۹: ۱۴)۔

حرفِ آخر

بندۂ ناچیز، مُصنّفِ کتابِ ہٰذا اِس بات کا اِقرار کرتا ہے کہ علم التثلیث ایسا وسیع و عریض مضمون ہے کہ اِس کو چند سطور میں بیان کرنا سمُندر کو کُوزے میں بند کرنے کے مُترادف ہوگا۔ اِن صفحات میں جو کُچھ کہا گیا اَب میں اُس کا خُلاصہ چند نکات کی صُورت میں آپ کی خِدمت

میں پیش کرتا ہوں تاکہ یہ اہم باتیں ہمارے ذہن نشین ہو جائیں۔

1- اہلِ کلیسیا بائبل مُقدس کو خُدا کی طرف سے اپنا حتمی اختیار سمجھتے ہیں۔ ہمارے ایمان و عمل کی بُنیاد بائبل مُقدس ہی ہے جو خُدا کا لاتبدیل اور مُعتبر مُلہم کلام برائے نسلِ انسانی ہے۔

2- بائبل مُقدس کے مُطابق ہم ایک ہی خُدا کی ذات کو مانتے اور اُسی کی عبادت کرتے ہیں اور خُداؤں کی کثرت کو ماننا نہ صرف بدعت بلکہ کُفر سمجھتے ہیں۔

3- ہم ایک ہی خُدا کو مانتے ہیں جس میں کثرت پائی جاتی ہے اور دِن کثرت کے خُدا کو خُدا ثابت بھی نہیں کیا جا سکتا۔

4- خُدا ازل سے ابد تک ہے اور اُس پر موت غالب نہیں آتی کیونکہ وہ قادرِ مُطلق ہے۔

5- کلمۂ خُدا! جب سے خُدا ہے اُس وقت سے اُس کے ساتھ تھا۔ اپنی ذات میں یہ کلمہ خود خُدا ہے۔

6- حضُور المسیح کلمتہ اللہ ہیں جو کلمہ کی صُورت میں خُدا سے نکلے تاکہ بنی نوع انسان کیلئے عوضی و کفارہ ہوں۔

7- حضُور المسیح میں دو ذاتیں تھیں یعنی الٰہی اور انسانی ذات: آپ نے الٰہی ذات کا استعمال اپنی ذات کیلئے نہیں بلکہ دُوسروں کی بھلائی کیلئے کیا۔ انسانی ذات میں ہو کر آپ نے بنی نوع انسان کے گناہوں کا فدیہ اور کفارہ دیا۔ گناہوں کا معاف کرنا اور موسم کا بدلنا اور دیگر مُعجزات المسیح ایسے عوامل ہیں جو صرف خُدا ہی کر سکتا۔ ہم حضُور المسیح کو کامل خُدا اور کامل انسان مانتے ہیں۔

8- یاد رہے کہ صلیب پر مرنے والی الٰہی ذات نہیں بلکہ انسانی ذات تھی۔

9- حضرتِ جبرائیل پیغام رساں فرشتہ ہیں۔ وہ ہمارے ایمان کے مُطابق رُوح القدس نہیں ہیں۔

10- مسیحی ایمان کے مطابق ''رُوح القدس'' مسیح کا رُوح یعنی خُدا کا رُوح ہے اور اسے پاک رُوح بھی کہتے ہیں۔ جو آج بھی حضُور المسیح پر ایمان لانے والوں کے دِل میں سکونت کرتا ہے۔

11- یاد رہے کہ عہدِ عتیق میں وہ خُدا جس میں کثرت پائی جاتی ہے کام کرتا ہوا نظر آتا ہے لیکن ایک وقت آیا کہ انسان کی مجبوری بن گئی کہ کوئی انسان اُس کے گناہوں کا عوضی و کفارہ ہو۔ قُربان ہونے والے کیلئے بے عیب ہونا ضروری تھا۔ اور کتابِ مُقدس کے مُطابق ایسا کوئی بھی انسان نہ تھا جو مرد و زن سے پیدا ہوا ہو اور بے گناہ ہو۔ یہی سبب تھا کہ خُدا جسم میں ظاہر ہوا یعنی کلام کی صُورت میں مجسم ہوا جس میں دو ذاتیں تھیں جن کا بیان اُوپر ہو چکا ہے۔

12- حضُور المسیح ایک خاص مقصد و مشن کیلئے اس دُنیا میں تشریف لائے۔ جب وہ مکمل ہو گیا تو مُردوں میں سے زندہ ہو کر آسمان پر واپس چلے گئے لیکن جاتے وقت وعدہ فرمایا کہ میں رُوح القدس یعنی دُوسرا مددگار بھیجوں گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ میں تُم سے دست بردار نہیں ہوں گا اور نہ ہی تمہیں یتیم چھوڑوں گا۔

13- جو شخص مندرجہ بالا سچائی اور خُدا کی ذات سے مُتعلق حقیقت پر ایمان نہیں رکھتا وہ روزِ محشر کو گنہگاروں اور جہنمیوں کی صفِ اوّل

میں کھڑا ہو گا۔

14- تہمت اور اِلزام تراشی سے پرہیز کرنا رُوحانی صحت مندی کا اہم اُصول ہے کیونکہ اِس مضمون پر کوئی اِنسان نہیں بلکہ خُدا کی ذاتِ لامحدُود عین نشانہ بنتی ہے۔ میرا ہاتھ جوڑ کر برادرانہ مشورہ ہے کہ اِس طرح کے بچگانہ روّیے سے پرہیز کیا جائے تا کہ سزاوار نہ ٹھہریں۔ اچّھا ہو گا کہ اَپنے پاؤں کی طرف دیکھا جائے کہ کہیں خود ہی ریت پر تو نہیں کھڑے۔

عُلماءِ دینِ مسیحیت نے اِس مضمون پر قلم اُٹھایا، بڑی اہم کُتب لکھیں، دَرس و تدریس میں برسرِ پیکار اور سرگرمِ عمل رہے، اِتنا وسیع تجربہ کہ شاید اَبھی میری عُمر بھی اُتنی نہیں! تو بھی وہ یہی اِقرار کرتے ہیں کہ اَبھی لکھنے کیلئے بہت کُچھ ہے۔ لہٰذا میں یہی عَرض کر رہا ہوں کہ اور بھی بہت کُچھ لِکھا جا سکتا ہے مگر اِس مضمون کے تعلق سے جتنا کُچھ لِکھا جا چُکا ہے وہ کافی ہے۔ سیکھنے کی رُوح رکھنے والوں کیلئے اِشارہ ہی کافی ہے۔ بحث کرنے والوں کیلئے جتنی کُتب لکھی جائیں وہ محض وقت کا زِیاں ہی ہو گا۔ لہٰذا اگر آپ کی تشنگی باقی ہے تو مزِید کُتب کی وَرق گردانی کریں اور خُدا سے حکمت طلب کریں تا کہ وہ آپ سے خواب اور رَویا کے ذرِیعے کلام فرمائے اور آپ خُدا کی ذات سے متعلق جتنا کُچھ جاننا ضرُوری ہے اُتنا سمجھ پائیں۔ میری دُعا ہے کہ خُداوند آپ کو حکمت اور خِرد کی رُوح عنایت فرمائے تا کہ اِس مُشکل مضمون کو سمجھ پائیں۔

مضمون ہٰذا سے متعلق

سوالات و جوابات

سوال نمبر1: حضُور المسیح نے اَپنے شاگردوں کو حُکم دیا کہ ”جاؤ اور ساری قوموں کو شاگرد بناؤ اور جو اِیمان لائے اُسے باپ، بیٹے اور رُوح القُدس کے نام سے بپتسمہ دو“ جبکہ ہم اَعمال کی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ رسُولوں نے یسُوع نام میں بپتسمہ دِیا۔ ایسا کیوں؟

جواب: کُچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں لفظ ”تثلیث“ سے سخت نفرت ہے اور وہ یہ لفظ سُننا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ میرا اِس سوال کا جواب دینا اِس لیئے نہیں کہ میں بحث کرنا چاہتا ہوں اور اَپنی علمیّت کا لوہا منوانا چاہتا ہوں۔ جی میں بحث کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی میں کروں گا کیونکہ اِس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا بلکہ مزِید دُوریاں پیدا ہوتی ہیں اور ہمارا کام جُدائیاں پیدا کرنا نہیں بلکہ دیوارِ اتحاد قائم کرنا ہے۔ جہاں تک علمیّت کی بات ہے وہاں اِس بات کا اِقرار کرتا ہوں کہ میں عُلماء کے قدموں میں بیٹھ کر مُطالعہ کرنے والا محض ایک طالبِ علم ہوں۔

میں اس بات کا قائل ہوں کہ لفظ ''تثلیث'' بائبل مقدس میں نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ بائبل مقدس میں تثلیث سے متعلق تعلیم بھی نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ رسولوں نے حضور المسیح کی نافرمانی کی۔ لیکن ایک بات کی اصلاح کرتا چلوں کہ رسولوں نے ''یسوع'' نام سے کہیں بھی بپتسمہ نہیں دیا بلکہ ''یسوع مسیح'' (اعمال ۲:۳۸؛ اعمال ۱۰:۳۸) اور ''خداوند یسوع'' (اعمال ۱۹:۵ اور اعمال ۸:۱۶) کے نام سے بپتسمہ دیا۔ میں آپ کو تھوڑی دیر کیلئے اُس وقت کی کلیسیائی حالت کی تصویر دکھاتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ابتدائی کلیسیائی زمانے میں لوگ مختلف اقسام کے بپتسموں کی تعلیم سے واقف تھے۔ پولس رسول بنی اسرائیل کے سمندر سے گزرنے کو موسیٰ کا بپتسمہ کہتا ہے (اعمال ۱۰:۲۲)۔ کچھ لوگ یوحنا کے بپتسمہ سے واقف تھے (مرقس ۱۱:۳۰، اعمال ۱۸:۲۵)۔ کچھ لوگ اپلوس کے اور کچھ کیفا کے اور کچھ پولس کے بپتسمہ سے واقف تھے (۱-کرنتھیوں ۱:۱۲-۱۴)۔ کچھ لوگ حضور المسیح کے بپتسمہ سے واقف تھے (اعمال ۲:۳۸ اور اعمال ۱۰:۳۸)۔ کچھ لوگ صرف توبہ کے بپتسمہ سے واقف تھے (اعمال ۱۳:۲۴)۔ کچھ لوگ مسیح میں شمولیت کے بپتسمہ سے واقف تھے (۱-کرنتھیوں ۱۲:۲۹)۔ حضور المسیح کی موت میں شمولیت کا بھی بپتسمہ ہی ہے (رومیوں ۶:۳-۴)۔ کچھ لوگ روح القدس اور آگ کے بپتسمہ سے واقف تھے (متی ۳:۱۱)۔ لیکن جب رسول بپتسمہ دیتے ہیں تو وہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ بپتسمہ کون سا بپتسمہ ہے۔ جب وہ یسوع مسیح کا بپتسمہ یا خداوند یسوع کے نام سے بپتسمہ دیتے تھے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ بپتسمہ کسی اور کا نہیں ہے بلکہ وہ ہے جس کا حضور المسیح نے ہمیں حکم دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بپتسمہ تو باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام سے ہی دیتے تھے لیکن اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ یہ کونسا بپتسمہ ہے وہ یہ کہتے تھے کہ یسوع مسیح کے نام میں یا خداوند یسوع کے نام میں تمہیں بپتسمہ دیتے ہیں۔ وہ یسوع مسیح کے اختیار سے اور یسوع مسیح کی طرف سے بپتسمہ دیتے تھے۔

جتنے بھی رسول تھے وہ حضور المسیح سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار نہیں تھے۔ جس سبب سے وہ اپنی من مانی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ خداوند یسوع مسیح کی نمائندگی کرتے تھے اور کوئی بھی فہیم آدمی یہ نہیں کہے گا کہ اُنہوں نے خداوند یسوع مسیح کی نافرمانی کی بلکہ وہ حضور المسیح کے اتنے فرمانبردار رہے کہ اُنہوں نے حضور المسیح کی خاطر جامِ شہادت نوش کیا۔

سوال نمبر ۲: پیدائش ۱:۱-۳ کے مطابق جب خدا کا روح پانی کی سطح پر جنبش کرتا تھا تو اُس وقت خدا کہاں تھا؟

جواب: مسئلہ تثلیث سمجھنے سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ جن صاحب نے یہ سوال کیا وہ خود پادری ہیں اور چند کلیسیاؤں کی قیادت بھی کرتے ہیں۔ تاہم اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا روح ہے (یوحنا ۴:۲۴)۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر خدا روح ہے تو پھر روح القدس خدا ہے۔ ''خدا'' اور ''روح القدس'' اور ''کلمہ'' حساب کے مطابق تین الگ الگ شخصیات نہیں جیسے ایک جمع ایک جمع ایک برابر تین 3=1+1+1 بلکہ یہ ایک ضرب ایک ضرب ایک 1=1×1×1 ہیں۔ یہ تینوں الگ الگ شخصیات اس طور پر نہیں جیسے نوید

شرجیل اور عمران ہیں۔ یاد رکھیں کہ میں نے آپ کی خدمت میں پہلے ہی بیان کیا ہے کہ رُوح القُدس خُدا ہے۔

جب ہم پڑھتے ہیں کہ خُدا کا رُوح پانی کی سطح پر جُنبش کرتا تھا تو اِس سے یہ مراد ہے کہ خُداوہاں موجُود تھا۔ اِس کے علاوہ ہر جگہ پانی ہی پانی تھا اور خُدا تخلیقی عمل میں سرگرمِ عمل تھا۔ خُدا کا الگ سے کسی شخص کی طرح محدُود بدن نہیں جو ایک وقت میں صرف ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے بلکہ وہ ہمہ جا حاضر بھی ہے۔ بہتر ہوگا کہ زبُور ۱۳۹ کا مُطالعہ فرمائیں۔

سوال نمبر ۳: کیا خُداوند یسُوع مسیح خُدا ہیں؟

جواب: یُوں تو اِن سوالات کے جوابات کتاب ہٰذا میں دیئے جا چکے ہیں۔ پھر بھی چُونکہ یہ سوال خصوصی طور پر پُوچھا گیا اِس لیئے یہاں پر میں اِس کا مختصر جواب دینا چاہوں گا۔ ذرا اِن حوالہ جات کا مطالعہ فرمایئے "بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادِم کی صُورت اختیار کی اور اِنسانوں کے مشابہ ہو گیا" (فلپّیوں ۲:۷)۔ "مُطلب یہ ہے کہ خُدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دُنیا کا میل مِلاپ کر لیا اور اُن کی تقصیروں کو اُن کے ذِمّہ نہ لگایا اور اُس نے میل مِلاپ کا پیغام ہمیں سونپ دِیا ہے" (۲-کُرنتھیوں ۵:۱۹)۔

ایسے بہت سے حوالہ جات میں سے یہ صرف دو حوالے ہیں جن میں حضُور المسیح کا خُدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ میں اِس مختصر سی کتاب میں حوالوں کی بھر مار نہیں کرنا چاہتا۔ اگر آپ کو حوالے دیتے رہنے کا بہت شوق ہے تو براہِ کرم کلید الکتاب سے مدد لیجئے جو مسیحی اشاعت خانہ لاہور کی انتھک محنتوں کا نتیجہ ہے جنہیں میں خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ خُداوند یسُوع مسیح کو خُدا خود "خُدا" کہہ کر مخاطب ہے اور حضرتِ توما رسُول ہی نہیں بلکہ دُوسرے مُقدّسین بھی اِس حقیت کا بیان ڈنکے کی چوٹ پر کرتے ہیں کہ حضُور المسیح خُدا ہیں۔

جہاں کہیں حضُور المسیح کو خُدا کہا گیا وہاں اُنہوں نے اِنکار نہیں کیا کہ میں خُدا نہیں بلکہ اُنہوں قبول کیا۔ حضُور المسیح میں دو ذاتیں ہیں۔ اِلٰہی ذات اور اِنسانی ذات۔ وہ کامل اِنسان اور کامل خُدا تھے۔ حضُور المسیح کی اِسی اِنسانی ذات میں کامل خُدا اور کامل اِنسان بہ یک وقت نظر آتے ہیں۔ لیکن حضُور المسیح نے اِس اِلٰہی ذات کا اپنے فائدے کیلئے کہیں بھی اِستعمال نہیں کیا جبکہ وہ چاہتے تو اِستعمال کر بھی سکتے تھے۔ اُنہوں نے اِس اِلٰہی ذات کا دُوسروں کی فلاح و بہبود اور دُوسروں کی بھلائی کیلئے اِستعمال کیا۔ خُدا نے حضُور المسیح میں ہو کر اِنسانی جامہ اِس لئے پہنا تا کہ وہ گنہگار اِنسانی کیلئے خُود اپنی جان کا کُفارہ ادا کرے اور گنہگار نسلِ نارِ جہنّم سے بچ جائے۔ اِس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا۔

سوال نمبر ۴: اگر خُداوند یسُوع مسیح خُدا ہیں تو وہ اِنجیل شریف میں مُتعدد بار اپنے لیئے اِبنِ آدم کے الفاظ کیوں اِستعمال کرتے

ہیں؟۔

جواب: سوال نمبر۳، میں اِس سوال کا جواب کسی حد تک ملتا ہے۔جب حضُور المسیح اَپنے لیئے اِبنِ آدم کی اِصطلاح اِستعمال کرتے ہیں تو اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ حضرتِ آدم کی اَولاد تھے۔چُونکہ حضُور المسیح اِنسانوں کے مشابہ ہوئے یعنی اِلٰہی ذات نے اِنسانی جامہ پہنا اِس لیئے وہ اَپنے آپ کو ایسے پیش کرتے تھے کہ دُنیا جانے کہ وہ اُس کیلئے اِنسان بن کر تشریف لائے۔حضُور المسیح نے اَپنے آپ کو باقی اِنسانوں کے برابر بنایا۔حضُور المسیح ہر اعتبار سے کامل اِنسان کی حیثیت سے ہمارے درمیان رہے تو بھی اِنجیل شریف اِس بات کی گواہی دیتی ہے "کیونکہ ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے بلکہ وُہ سب باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا تو بھی بے گُناہ ٹھہرا" (عبرانیوں ۴:۱۵)۔

سوال نمبر۵: اگر حضُور المسیح خُدا ہوتے تو شجرِ انجیر کے بارے میں اُسے پتہ ہوتا کہ اُس کیساتھ پھل ہے کہ نہیں اُسے جا کر دیکھنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر دُوسری بات یہ کہ اُنہوں نے اُس بے پھل درخت پر لعنت کی جبکہ ایسا کرنا نبی کی شان کے شایاں نہیں ہے۔ایسا کیوں؟

جواب: اصل حقیقت یہ ہے کہ حضور المسیح یہاں پر ایک اہم حقیقت کا اِنکشاف فرما رہے ہیں۔آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے پہلے یہ عرض کر دیا ہے کہ یسُوع مسیح میں باہم دو ذاتیں یعنی اِلٰہی اور پھر اِنسانی ذات شامل تھیں۔میں اِس ذُومعنی تمثیل کے پہلے پہلو کا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔روٹی اِنسانی ضرورت ہے اِلٰہی ضرورت نہیں ہے۔خُدا رُوح ہے اور رُوح کی خوراک جسمانی نہیں۔یسُوع مسیح نے جسم میں ہو کر کھایا پیا اور آپ ہماری طرح ہر اعتبار سے آزمائے بھی گئے، آپ روئے بھی اور آپ تھکے بھی اور سوئے بھی ہیں۔بات یہ نہیں کہ اُنہیں پتہ تھا کہ نہیں کہ اِس درخت میں پھل نہیں ہے اور نہ ہی آپ کہیں دُور سے صرف اِس درخت میں پھل ڈھونڈنے کیلئے ہی گئے تھے۔یہ درخت اُسی راہ پر تھا جس راہ سے حضُور المسیح کا گُزر ہو رہا تھا۔چُونکہ آپ کو بھوک لگی جس سبب سے پھل کھانے کیلئے دیکھا مگر نہیں تھا۔چُنانچہ آپ نے اِس درخت کو حُکم دِیا کہ سُوکھ جا تو وہ سُوکھ گیا۔ایسا کرنا اِلٰہی قُدرت کے وسیلہ سے ہی ممکن ہوا۔یہاں پر آپ نے اپنی اِلٰہی قُدرت کا مظاہرہ کیا۔یہ اِنسانی ذات کا کوئی کمال نہیں تھا۔یہ اُس تمثیل کی اصل حقیقت ہے۔

اِس تمثیل کا دُوسرا پہلو یہ ہے۔کہ اَناجیلِ اَربعہ کا مُطالعہ کرنے پتہ چلتا ہے کہ حضُور المسیح نے یہودی مذہبی علماء کی ریاکاری کی مخالفت کی۔آپ اِس تعلق سے متّی کی معرفت لکھی گئی اِنجیل کے ۲۲ اور ۲۳، اَبواب کا مُطالعہ کر سکتے ہیں اِس کی وجہ یہ تھی کہ جہاں تک رُسوم کی بات تھی وہاں تو وہ ذرا بھی کمی باقی نہ چھوڑتے تھے۔لیکن جہاں پر عمل کی بات ہے وہاں پر وُہ زیرو تھے۔یقیناً عصرِ حاضر میں بھی ایسے ریاکار اور منافقین کی کمی نہیں ہے۔یہ ایسا گُناہ ہے جو ہر زمانہ میں خُدا کو ناپسند ہوا۔ایسے لوگ بظاہر بہت رُوحانی لگتے ہیں مگر باطن میں وہ کُچھ اور ہوتے ہیں۔مذہبی فرائض میں نہایت سرگرمِ عمل بلکہ دُوسروں کو بھی اُن کی پابندی کرنے کیلئے اُن کی ناک میں دَم کر دیتے ہیں۔ایسے فرائض کی ادائیگی کیلئے دُکانیں بند کرواتے اور بجلی کے کھمبے سے ڈائریکٹ بجلی چوری کر کے کونشنز اور محافل سجاتے ہیں۔جو لوگ اُن کے

دِین کے تابع نہیں اُن کی بستیاں جلا کر خاکستر کر دیتے ہیں۔ مذہبی عبادت خانوں پر تالے لگواتے اور اَپنی کُرسی کی بخوبی حفاظت کرتے ہیں خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

ایک سرائیکی شاعر نے ایسوں ہی سے متعلق اُن کی اَصل حقیقت کو یوں بیان کی......

جتھ ظاہر باطن ڈُوہووین..............چھڑے پتے چٹے منہ ہووِیَن

اِیہہ لیڈر قوم کوں کیا ڈِیسَن......جیڑے اندرُوں کالے دُھوں ہووِیَن

لٰہذا اِس تمثیل میں خُداوند یسُوع مسیح اِس حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہیں کہ پھل دار درخت کیساتھ نرے پتے کُچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ پتے ہوں یا نہ ہوں پَھل کا ہونا ضروری ہے۔ اِسی طرح تُمہاری رسُومات ہوں یا نہ ہوں عمل کا ہونا ضرُوری ہے جس کی عصرِ حاضر میں دھجیاں اُڑ رہی ہیں۔ گویا خُدا ہم سے پتّے (دِکھاوا) نہیں بلکہ پَھل (عمل) کی توقع کرتا ہے۔

اِنجیر کے درخت کے سوال کا ایک دُوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ حضُور المسیح کا اِنجیر کے درخت پر لعنت کرنا نبی کی شان کے شایان نہیں۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ حضُور المسیح نے شجرِ اِنجیر پر کوئی لعنت نہیں کی۔ آپ یہ سوال ہی غلط کر رہے ہیں لہٰذا آپ اِس حوالے کو پھر سے پڑھیں۔ دُوسری بات یہ ہے کہ میں حضُور المسیح کو صرف نبی نہیں مانتا کیونکہ وہ صرف نبی نہیں بلکہ نبی سے افضل ہیں۔ آپ نے اِلٰہی ذات ہونے کا ثبُوت دِیا کہ میرا اِختیار کتنا بڑا ہے۔ ساتھ ہی آپ اَپنے حوارِیوں یعنی شاگردوں کو اِیمان پر درس دے رہے تھے تاکہ وہ صرف آنکھوں دیکھے پر نہیں بلکہ اِیمان پر چلنے والے ہوں۔ اِیمان کے متعلق یہ محض تھیوری ہی نہیں بلکہ پریکٹیکل بھی تھا۔

سوال نمبر ۶: متّی ۲۷:۴۶ ''ایلی ایلی لما شبقتنی''، مرقس ۱۵:۳۴ ''الوہی الوہی لما شبقتنی'' دُونوں حوالہ جات میں تضاد ہے (زبان دانی کے اِعتبار سے)۔ اگر یسُوع خُدا تھا تو صلیب پر کس کو پُکار رہا تھا؟ اور اگر گُنہگار اِنسان کیلئے کفارہ ہونے کیلئے آیا تو پھر گلہ کیوں کر رہا تھا؟

جواب: یاد رکھیں کہ مسیحا کیساتھ جو کُچھ بھی ہُوا وہ اَنبیاء کی پیشینگوئیوں کے عین مُطابق ہوا۔ زبُور ۲۲:۱ کی پیشینگوئی پُوری ہوئی۔ متّی میں عبرانی زبان میں ترجمہ ہُوا ہے جبکہ مرقس میں ارامی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ارامی وہ زبان ہے جو حضُور المسیح اور آپ کے شاگرد آپس میں بولا کرتے تھے۔ اِس میں کسی طرح کا کوئی تضاد نہیں کیونکہ معنی دُونوں کے ایک ہی ہیں۔

دُوسرا سوال کہ وہ کِس کو پُکار رہا تھا اور اگر کفارہ ہونے کیلئے آیا تھا تو پھر گلہ کِس بات کا تھا؟ اِس سوال کا جواب دینے کیلئے یہ سمجھنا ضرُوری ہے کہ حضُور المسیح میں دو ذاتیں تھیں۔ اِلٰہی ذات اور اِنسانی ذات۔ خُدا کا اَزلی کلام ہونے کے سبب سے وہ اَزل سے خُدا کیساتھ تھا (یُوحنّا ۱:۱-۱۴)۔ لیکن بنی نَوع اِنسان کے گُناہوں کا کفارہ ہونے کیلئے اُس کلام کو مُجسّم ہونا پڑا۔ اِس کے علاوہ اِنسان کی مَخلصی کا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ بنی نَوع اِنسان کے گُناہوں کا عوضی ہونے کیلئے کِسی مَعصُوم اِنسان کی ضرُورت تھی کیُونکہ حیوانات کی قُربانیاں اِس مَقصد کیلئے ناکافی تھیں۔ (عبرانیوں ۱۰ باب کا مُطالعہ فرمایئے)۔ اِس تعلق سے آپ سے دَرخواست ہے کہ میری ہی تیار کی ہوئی ایک وِڈیو دیکھئے تا کہ یہ بات بھی آپ کی سمجھ میں آجائے۔ اِس وِڈیو کا مَضمُون "علم الکفارہ" ہے۔ تاہم مسیحا نے اِلٰہی ذات کا اَپنے مفاد کیلئے کبھی بھی اِستعمال نہیں کیا بلکہ دُوسروں کی بھلائی کیلئے کِیا۔ اِس بات کا اَندازہ اِس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضُور المسیح گرفتار ہوئے تو ایک شاگرد سے مُخاطِب ہو کر حضُور المسیح نے خُود فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو فرِشتوں کے بارہ تُمن اَپنی مدَد کیلئے بُلا سکتا ہوں لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ جب شاگرد طُوفان میں گھِرے ہوئے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم ہلاک ہونے والے ہیں تو حضُور المسیح اَپنے دَستِ قُدرت کو بڑھا کر اور اِلٰہی اختیار سے آندھی اور پانی کی طَلاطم خیز مَوجوں کو تھما دیتے ہیں۔ چار دِن کے مُردہ شخص کو زِندہ کر دیتے اور چند روٹیوں اور مچھلیوں سے ہزارُوں کو سیر کر دیتے ہیں۔

صلیب پر مَرنے والی اِلٰہی شخصیت نہیں بلکہ اِنسانی شخصیت تھی۔ اِلٰہی ذات کو موت نہیں ہے۔ خُدا کبھی بھی نہیں مَرتا وہ اَزل سے اَبد تک خُدائے مَحمُود ہے۔ فِلپّیوں ۲ باب کے مُطابق اِلٰہی ذات کا اِنسانی جامہ پہننے کا مَقصد ہی یہی تھا کہ وہ بنی نَوع اِنسان کیلئے مَر جائے لہٰذا جو صلیب پر مُوا وہ "بیٹا" ہے جو اُس سے کلمہ کی صُورت میں نکلا۔ لہٰذا حضُور المسیح بشری جامہ میں صلیب پر دُکھ کے عالم میں خُدا باپ سے مُخاطِب ہو کر فرما رہے تھے کہ اے میرے خُدا! میرے خُدا تُو نے مجھے کیُوں چھوڑ دِیا۔ اِنسانی ذات ہونے کی حیثیت سے وہ روئے بھی، اُنہیں بُھوک بھی لگی، آپ تھکے بھی اور سوئے بھی ہیں۔

حَرفِ آخر کے طور پر یہ کہ صلیب پر خُدا نہیں بلکہ اِنسان مُوا ہے اور اِنسان ہوتے ہوئے اُسے دَرد اور تکلیف بھی ہوئی جس سبب سے بیٹا ہونے کی حیثیت سے وہ خُدا باپ سے مُخاطِب ہو کر عرض فرما رہے تھے۔ یاد رکھیں کہ اگر حضُور المسیح چھوڑے نہ جاتے تو بنی نَوع اِنسان کے گُناہوں کی مَخلصی کیلئے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ صلیب پر بیٹے کا دُکھ دیکھ کر باپ بھی اَپنا چہرہ پھیر لیتا ہے۔ یہ خُدا کا اِظہارِ محبت ہے کہ اُس نے اَپنے کلمہ کو جسم دیا تا کہ ہماری خاطر مَر جائے اور ہم اُس کے وسیلہ سے ہمیشہ کی زَندگی یعنی حَیاتِ جاوید حاصل کر سکیں۔

سوال نمبر ۷: لوقا ۲۳:۴۶ کے مُطابق یسُوع نے کہا کہ "اے باپ! میں اَپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سَونپتا ہوں" مذکورہ آیت کے مُطابق اگر یسُوع خُدا تھا تو پھر وہ صلیب پر کِس سے مخاطِب تھا؟ کیا کوئی اور خُدا بھی ہے؟

جواب: اَب تک میں نے جتنے بھی سوالات کے جوابات دیئے ہیں اُن میں آپ کو ایک صداقت واضح طور پر نظر آئی ہوگی اور وہ یہ

ہے کہ حضور المسیح میں دو ذاتیں ہیں یعنی ایک الٰہی ذات اور ایک اِنسانی ذات۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ کامل خُدا ہونے کے ساتھ ساتھ کامل اِنسان بھی تھے۔ اِنجیل مُقدّس میں ایک بھید یا مُکاشفہ پایا جاتا ہے کہ جہاں کہیں حضور المسیح خُدا سے یا باپ سے مُخاطِب ہوتے ہیں وہاں کامل اِنسان ہونے کی صُورت میں مُخاطِب ہوتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اُس وقت وہ اِنسانی ذات میں ہوتے ہوئے اِلٰہی ذات کو پُکارتے ہیں۔ آپ اِس حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ کلمہ کو مُجسّم ہو کر اِس دُنیا میں آنے کی ضرُورت کیا تھی اور جب آپ اِنسانی جامے کے پیچھے پائی جانے والی حقیقت سمجھ جائیں گے تو پھر اِس بھید کو بھی جاننا آپ کیلئے دُشوار نہیں ہوگا۔

اِس سوال کے جواب کے پیچھے بھی یہی حقیقت پائی جاتی ہے کہ جب حضور المسیح یہ فرمارہے تھے کہ اے باپ! میں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ جِس مقصد کیلئے آپ اِس دُنیا میں تشریف لائے تھے اُس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد اَب باپ سے مُخاطِب ہو کر آپ فرمارہے ہیں کہ اے باپ! میں نے تیری مرضی پُوری کر دی ہے اور اَب میں اپنا آپ تیرے سپُرد کرتا ہوں۔ یاد رکھیں کہ کلمہ خُدا ہی سے نِکلا اور اَب واپس خُدا ہی کے پاس جارہا ہے۔ اچھا ہوگا کہ آپ میرا کتابچہ ''حقیقتِ وِلادتِ المسیح'' کا مطالعہ فرمائیں یا میری وِڈیو ''علم الکفارہ'' سُننے کیلئے وقت نِکالیں۔

سوال نمبر ۸: کیا عہدِ جدید کا حضور المسیح ہی عہدِ عتیق کا یہوآہ ہے؟

جواب: عہدِ جدید کا یسُوع عہدِ عتیق کا یہوآہ نہیں ہے۔ ''یہوآہ'' خُدا کا ذاتی نام ہے جِس کا مفہوم عہدِ عتیق میں ''خُدا'' یا ''باپ'' کا ہے۔ ''یسوع مسیح'' خُدا کے اقانیمِ ثلاثہ میں سے ایک ہے۔ اُس میں تینوں اقانیم شامل نہیں ہیں۔ ''یسُوع'' نہ باپ ہے اور نہ ہی ''رُوح القُدس'' ہے بلکہ وہ ''بیٹا'' یعنی دُوسرا اقنوم ہے۔ یہوآہ میں تینوں اقانیمِ ثلاثہ ازل سے ہی ہیں اور وہ اَبد تک رہیں گے۔ یسُوع صِرف ایک اقنوم ہے۔ یہاں پر میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یسُوع'' کو ''یسُوع باپ'' کہہ کر مخاطِب ہونا بائبل مُقدّس کی تعلیمات کے خِلاف ہے اور کئی ایسے خادِم بھی ہیں جو ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہیں خُدا نے نہیں بلکہ پیٹ نے اِس خِدمت کیلئے بُلایا ہے۔

یاد رہے کہ ایک گیت جو ہم گاتے ہیں ''یہوآہ، یہوآہ، یہوآہ، یہوآہ...... یہوآہ زِندہ خُدا جو مسیح میں مُجسّم ہُوا'' علمِ الٰہی کے مُطابق اِس گیت میں غلط تعلیم ہے۔ ''یہوآہ'' مجسّم نہیں ہوا بلکہ اُس کا کلمہ ہوا ہے۔ کلمہ اپنے آپ میں خُدا ہے جیسا کہ یُوحنّا ۱:۱-۲ میں لکھا ہے۔

میں خُدا کا ادنیٰ سا خادِم ہوتے ہوئے کلیسیائے پاکستان سے درخواست کرونگا کہ جب گیت گائے جاتے ہیں تو نِرا جوش ہی نہیں بلکہ ہوش بھی ہونا چاہیئے۔ پولُس رسُول فرماتا ہے کہ میں رُوح سے بھی گاؤں گا اور عقل سے بھی گاؤں گا۔ گیتوں میں پائی جانے والی علمِ الٰہیات پر غور کرنا اِنتہائی اہم بات ہے۔ ضرُوری نہیں کہ اگر کسی شُہرت یافتہ شخص نے گیت لِکھا یا گایا تو وہ درُست بھی ہو۔ ہر شخص کا حق ہے کہ وہ سمجھ

بُوجھ کر پرستش میں شرِیک ہو۔میرے کہنے کا یہ بھی مطلب نہیں کہ کوئی معرُوف شخصِیت کوئی اچھّا اور علمِ الٰہی پر مبنی گیت لکھ بھی نہیں سکتی اور نہ ہی گا سکتی ہے۔ایسے حضرات کے تحریر کئے ہوئے بہت اچھے اچھے گیت بھی ہیں اور میں ایسے شُعراء کیلئے خُداوند کا شکر ادا کرتا ہوں۔

ہر وہ گیت جو طبلے اور باجے کی دُھن پر صحیح رنگ جماتا ہے جس کے سُنتے ہی لوگ جماعت کے سامنے آ کر ناچنا شرُوع کر دیتے ہیں ضرُوری نہیں کہ وہ بائبل مُقدّس کے مُطابق بھی ہو۔میں شُعراء حضرات سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی خُدا سے مانگ کر گیت لکھیں۔کلیسیاء پہلے ہی کئی بِدعات میں جکڑی ہوئی ہے اور ہم اِن میں مزِید اِضافہ نہ کریں۔شاید میری باتیں سخت ہیں لیکن کڑوی گولی کھانے سے آرام آ ہی جاتا ہے۔دُعا ہے کہ خُداوند ہم سب کو عقلِ سلیم عنایت فرمائے اور اپنے رُوح کے وسیلہ سے ہماری رہنمائی فرمائے۔(آمین)۔

تمّت بِالخَیر

مُصنّف کی دیِگر تصانیف

گردن پہ لہُو

جنّت کی ضمانت

حقیقتِ وِلادتِ المسیح

اہم سوالات و جوابات

خلاصہِ تورات، زبُور و صحائف الانبیاء

دُور کی نظر، دُخترانِ کلیسیاء کے نام

کیا بائبل مُقدِس تبدِیل ہوگئی؟

تسلّی کے مُتلاشی

حضُور المسیح خُدا کا بیٹا

رُوح اللہ

Video CD,s وِڈیوسی ڈیز

علمِ الکفارہ

یسُوع مسیح خُدا کا بیٹا

اپنی حیثیت کو پہچان